



جامعة الہویۃ
کاترجمان

دَارُ التَّقْوَىِ

رمضان المبارک ۱۴۳۳ھ / اپریل 2022ء

- ◆ ماہ رمضان کے فضائل و برکات
- ◆ غزوہ بدرب
- ◆ نمازِ تراویح میں ہماری کوتاہیاں
- ◆ زکوٰۃ
- ◆ صدقہ فطر کے فضائل و احکام
- ◆ ہمارے اسلاف رمذان المبارک میں

نشان علوم دینیہ کیلئے خوشخبری



شیخ التفسیر حضرت مولانا ادریس کاندھلوی کے پوتے
شیخ الحدیث حضرت مولانا مک کاندھلوی کے صاحبزادے

حضرت داکٹر مولانا سعد صدیقی

جامعہ کے دارالاقوامی میں

دورہ حدیث شریف

کے اس باق پڑھائیں گے

داخلہ جاری ہے



+92-3-222-333-224



www.darultaqwa.org



/jamiadarultaqwa



Mufti Online



+92-300-4113082



ifta4u@yahoo.com

دارالاقوامی

ترجمان جامعہ دارالتقویٰ لاہور

ماہنامہ دارالتقویٰ لاہور

حضرت اقدس ذکر مفتی عبدالواحد صاحب

بدر عطا

شمارہ 9

رمضان المبارک ۱۴۳۳ھ / اپریل 2022ء

جلد 11

مجالس مشاورت

- حضرت مولانا عثمان صاحب
- حضرت مولانا عاصم رشید صاحب
- حضرت مولانا جیل الرحمن صاحب

امیر سر برستی

حضرت مولانا یوسف خان صاحب بظہر

مجالس ادارت

- مفتی محمد اسماءہ صاحب
- مولانا عبدالودود ربانی صاحب
- مولانا فاضل واکفل صاحب

مدیر مسئول

حضرت مولانا اویس احمد صاحب بظہر

Email Address

Monthlydarultaqwa@gmail.com



اس دائرے میں سرخ نشان
مدت خریداری کے ختم ہونے کی علامت ہے



فی شمارہ: ۳۰ روپے
سالانہ بدل خرچ: ۵۰ روپے

مطیع: شرکت پرنگ پریس

خط و کتابت کا پتہ

دفتر ماہنامہ دارالتقویٰ جامعہ مسجد الہلال چوبری چارک لاہور

فون نمبر: 0304-4167581 04235967905

سالانہ رسالے کے اجزاء کے لیے مذکورہ پتہ پر منی آرڈر کریں

بینک اکاؤنٹ نمبر

1591001820660001

ہائل اکاؤنٹ دارالتویٰ ٹرست

ام آئی بی (مسلم کرشمبل بینک)

مقام اشاعت

جامعہ مسجد الہلال
چوبری چارک لاہور

ماہنامہ دارالتحقیقی لاہور

فہرست

اپریل 2022ء

حروف اولیے

5 مولانا عبدالودود ربانی صاحب رمذان المبارک کونا جائز منافع خوری کا ذریعہ نہ بنائیں

دریں حدیث

10 مولانا منتظر نعمنی ماہ رمضان کے فضائل و برکات

مقالات و مقالات

- | | |
|-----------|--|
| 13 | مولانا الیاس گھسن غزوہ بدرا، جرات و عزیمت واستقامت کا پیغام |
| 19 | مفتی محمد نعیم صاحب ام المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا |
| 24 | ڈاکٹر محمد نجیب قاسمی ماہ رمضان المبارک کا آخری عشرہ |
| 30 | مفتی رفعی حنفی قاسمی نماز تراویح اور ہماری کوتاہیاں |
| 36 | جناب عبد اللہ عابد پاکستان میں عدالتی نظام کی بہتری کے لئے چند تجویزیں |
| 45 | الشیخ ولی خان مظفر زکوٰۃ |
| 49 | مفتی محمد راشد ڈسکوئی صدقۃ فطر کے فضائل و احکام |
| 53 | مولانا خورشید عالم قاسمی ہمارے اسلاف و اکابر رمضان میں |

61 دارالافتاء والارشاد

مسائل آپ کے مسائل کا حل

حرف او لیں

رمضان المبارک کو ناجائز منافع خوری کا ذریعہ نہ بنائیں

محمدہ نصلی اللہ علیہ الرحمۃ الرحمیة امابعد

ماہ رمضان کی آمد کے ساتھ ہی پاکستان میں بنیادی اشیائے خورد و نوش کی قیمتوں کو گویا پر لگ جاتے ہیں، اشیائے خورد و نوش بالخصوص پھلوں اور سبزیوں کی قیمتیں عوام کی پہنچ سے دور ہو جاتی ہیں، بدقتی سے پاکستان واحد ملک ہے جہاں رمضان کو کمائی کا ذریعہ بنالیا گیا ہے جب کہ دیگر ممالک بلکہ غیر مسلم ممالک میں بھی مذہبی تہواروں کے موقع پر اشیاء ضرورت کے نرخ کم کر دیے جاتے ہیں اور عوام کو مراعات بھی دی جاتی ہیں جب کہ پاکستان میں اس کے برعکس ہوتا ہے۔ اب تو کئی برسوں سے رمضان کی آمد سے قبل ہی بنیادی اشیائے خورد فی کے نرخ بڑھادیئے جاتے ہیں اور بعض اشیاء کی مصنوعی قلت پیدا کر دی جاتی ہے۔ حکومت کی ہدایت پر ہر ضلع میں مہنگائی روکنے کیلئے اجلاس طلب کیے جاتے ہیں۔ تا جروں اور شہریوں کے اجلاس میں رمضان میں اشیاء ضرورت کے سرکاری نرخ مقرر کیے جاتے ہیں اور روزانہ کی بنیاد پر قیمتوں کے نرخ ناموں کی فہرستیں بازاروں اور مارکیٹوں میں قیمتاً فراہم کی جاتی ہیں سرکاری افسران ہر بار بلند بانگ دعوے کرتے ہیں کہ رمضان میں گرائی فروشی، ذخیرہ اندوزی کی روک تھام کی جائے گی اور سرکاری نرخوں کے مطابق اشیاء فروخت نہ کرنے والے تا جروں اور دکانداروں کے خلاف سخت ترین کارروائی عمل میں لائی جائے گی، لیکن ہوتا ہی ہے جو تاجر اور دکاندار چاہتا ہے حکومتی دعووں پر عملدر آمد ہمیں کہیں نظر نہیں آتا۔

دنیا بھر میں حکومتیں اور ادارے مذہبی ایام اور تہواروں کے موقع پر کھانے پینے کی اشیاء کی

قیتوں میں نمایاں کی کر دیتی ہیں تاکہ غریب عوام بھی مذہبی ایام کی خوشیوں میں شامل ہو سکیں لیکن خود کو سلمان کہنے والوں کا عمل افسوسناک ہے۔ ضلعی انتظامیہ اور پرائس کنٹرول کمیٹیز گرال فروشی کے خلاف بے بس نظر آتی ہیں، رمضان المبارک میں گرال فروشی کی بنیادی وجہ آڑھتیوں پر چیک اینڈ بیلنس کا نہ ہونا بھی ہے۔ بیوپاری رمضان المبارک سے قبل اشیاء کو ذخیرہ کرنا شروع کر دیتے ہیں اور چونکہ رمضان المبارک میں عام دنوں کی نسبت گھروں میں سحر و افطار کیلئے زیادہ اہتمام کیا جاتا ہے، جس کی بنا پر اشیاء کی کھپت میں کسی قدر اضافہ ہو جاتا ہے جس کا آڑھتی اور بیوپاری فائدہ اٹھاتے ہیں۔ گویا ہم کہ سکتے ہیں کہ رسداً و طلب میں عدم توازن، ذخیرہ اندوزی، گرال فروشی اور متعلقہ حکومتی اداروں کی صورتحال پر تابور کھنے میں مکمل ناکامی اشیائے ضروریات کی قیتوں میں اضافے کی بنیادی وجوہات ہیں۔ کیسی عجیب بات ہے کہ رمضان سے قبل بھی اشیاء کی قیمتیں معمول پر رہتی ہیں اور رمضان رخصت ہونے کے ساتھ ہی دوبارہ قیمتیں معمول پر آجائی ہیں، یوں دیکھا جائے تو تاجریوں نے رمضان المبارک کو کمائی کا بہترین ذریعہ بنالیا ہے۔

دریں حالات حکومتی اداروں کی ذمہ داری بنتی ہے کہ وہ عوام کو بے رحم بیوپاریوں کے رحم و کرم پر نہ چھوڑیں۔ پرائس کنٹرول کمیٹیوں اور متعلقہ اداروں کو جہاں اپنے فرائض منصبی نہایت ہوشیاری اور ایمانداری سے ادا کرنے کی ضرورت ہے وہیں کچھ ذمہ داریاں ہم پر بھی عائد ہوتی ہیں۔ ہمیں خود کو بدلنے کی ضرورت ہے، ہمیں اپنی تجارت کو شریعت کے اصولوں کے مطابق سیکھ کر کرنے کی ضرورت ہے۔ اختصار، کساد بازاری، گرال فروشی اور ناجائز منافع خوری کرنے والے ہمارے ہی مسلمان بھائی ہیں اور ہم میں سے ہی ہیں، بہت افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ ہمارے بازار اور منڈیاں سودخوری، بد دیانتی، ذخیرہ اندوزی، گرال فروشی، کذب بیانی، دھوکہ دہی اور ناجائز منافع خوری کی آماجگاہ ہیں۔ ان حالات میں اللہ کی مدد و نصرت کیسے ہمارے شامل حال ہو سکتی ہے اور ہمارے رزق میں برکت کیسے ہو سکتی ہے جب ہماری تجارت دھوکہ دہی پر مشتمل ہوگی تو برکت کیسے آئے گی اور جب برکت نہیں ہوگی تو دھوکہ دہی سے کمائے ہوئے اس رزق سے ضروریات کیسے پوری ہوں گی۔ رسول اللہ ﷺ نے واضح طور پر فرمایا کہ ”ذخیرہ اندوزی کرنے والا ملعون ہے۔“ لعنت، رحمت کی ضد ہے جب معاشرہ پر اللہ کی رحمت کے بجائے لعنت نازل ہونے لگتا تو

پھر رحمت کے آثار غائب ہو جاتے ہیں اور لعنت کے آثار نظر آتے ہیں۔ رحمت کے آثار یہ ہیں کہ اس رزق میں برکت ہوتی ہے، حلال رزق کمانے والے کو حقیقی سکون نصیب ہوتا ہے اور پھر اس حلال روزی کمانے والے کے دل میں نیک کاموں کا، اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کا شوق پیدا ہوتا ہے لیکن جب معاشرہ پر لعنت پڑنے لگے تو اس کے اثرات اس انداز میں نظر آتے ہیں کہ ہزاروں روپے کمائے جا رہے ہیں لیکن زبان پر یہ الفاظ سننے میں آتے ہیں ”اتنا کماتے ہیں پتہ نہیں کہاں جاتا ہے۔“ اس کی وجہ برکت کا اٹھ جانا ہے، پھر حرام کمانے اور حرام کھانے والے کی زندگی سے سکون ختم ہو جاتا ہے، عبادات کا شوق جاتا رہتا ہے نیک کاموں کی طرف دل مائل ہی نہیں ہوتا یہ تمام لعنت کے آثار ہیں۔

ضروری اشیا کی قیمتیں معمول سے زیادہ وصول کرنا یا ذخیرہ اندوزی کر کے عام منافع سے زیادہ کمانا ظالم ہے اور رمضان المبارک کے مہینے میں اس جرم کا ارتکاب کرنا اس کی علیگی کو مزید بڑھادیتا ہے اور جب کوئی قوم ظلم کرتی ہے تو اللہ تعالیٰ اُس پر عذاب مسلط کر دیتے ہیں۔ اللہ سبحانہ و تعالیٰ کا ارشاد ہے: فَكَانُوا مِنْ قَرِيَّةٍ أَهْلَكُنَّهَا وَهُنَّ ظَالِمُونَ۔ ”کتنی بستیاں تھیں جن کو ہم نے اُس وقت ہلاک کر دیا، جب وہ ظلم کر رہی تھیں۔“ [انجح] اس لیے ہمیں ایسا کرنے سے تو بہ کرنی چاہیے۔ حضرت عمر بن الشہد سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، ترجمہ: ”جو شخص کھانے پینے کی چیزیں ذخیرہ اندوزی کر کے مسلمانوں پر مہنگائی کرتا ہے اللہ تعالیٰ اسے کوڑھ کے مرض اور محتاجی میں بنتا کر دیتے ہیں۔“ (ابن ماجہ)۔ ابن قدامہ ”المغنى“ کے باب الاختکار میں روایت کرتے ہیں کہ ”حضرت عمر بن الشہد نے ایک دکاندار کو ذخیرہ اندوزی سے منع فرمایا اور ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اس کام سے روکنا بھی واضح کیا لیکن وہ باز نہ آیا اور کوڑھی بن گیا۔“ حضرت ابو امامہ بن الشہد سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ ”جو شخص چالیس دن تک غلہ غلطی کے خیال سے ذخیرہ کرے پھر (غلطی کا احساس ہونے پر) وہ تمام غلہ صدقہ کر دے پھر بھی اس کی دکاندار (اجناس و اشیاء کی) ارزانی و فراوانی کا سنتے تو اس غمگین ہو جائے (برا سامنہ بنائے، ماتھے پہل پڑ جائیں) اور جب گرانی (وقلت) کا سنتے تو خوشی سے کھل اٹھے۔ فرمایا کیسا برا شخص ہے ذخیرہ

اندوز کہ اللہ تعالیٰ اگر نرخ ارز افرا دیں (مثلاً اللہ تعالیٰ ان اشیاء کی پیداوار میں اتنی کثرت اور اوانی فرمادیں کہ اس کے مقابلے میں طلب اور مانگ کم پڑ جائے، جس سے عام طور پر چیزوں کے نرخ گرتے ہیں) تو یہ غمگین ہو جاتا ہے اور اگر اللہ تعالیٰ قیمت اور مول بڑھا دیں، مہنگی فرمادیں (قطع سالی، پیداوار کی کمی اور طلب میں اضافہ، بد امنی و جنگ وغیرہ حالات میں عام طور پر منڈی و بازار کا نظام درہم برہم ہو جاتا ہے، چیزیں مہنگی ہو جاتی ہیں) تو یہ خوش ہوتا ہے (گویا اللہ کی مخلوق پر اللہ کا فضل ہونے پر اس کو گرانی ہوتی ہے اور اللہ کی مخلوق کو تکلیف پہنچے، اشیاء کی کمیابی اور مہنگائی کی وجہ سے ان کی زندگی تلخ ہو جائے تو ان صاحب کے وارے نیارے ہو جاتے ہیں)۔

حضرت عمر بن الخطابؓ اپنے ساتھیوں کے ساتھ جا رہے تھے، مکہ مکرمہ کے دروازے کے پاس کھانے کا ذخیرہ کھائی دیا۔ آپ نے پوچھا: ”یہ کیا ہے؟“ لوگوں نے کہا: ”یہ سامان باہر سے منگوایا گیا ہے۔“ آپ نے فرمایا: ”اللہ تعالیٰ اس میں برکت دے، اور جو شخص امپورٹ ہے اسے بھی۔“ اتنے میں کسی نے عرض کیا: ”یہ سامان ذخیرہ اندوزی کا ہے۔ آپ نے ذخیرہ کرنے والے افراد کو بلا یا۔ پھر ان سے پوچھا: ”تم ذخیرہ اندوزی کیوں کرتے ہو؟ انہوں نے عرض کیا: ”ہم اپنے بیویوں سے خریدتے ہیں اور پھر جب دل چاہے شیج دیتے ہیں؟“ یہ سن کر حضرت عمر بن الخطابؓ نے فرمایا: ”میں نے حضور ﷺ کو فرماتے ہوئے سنائے: ”جس شخص نے مسلمانوں کی کھانے پینے کی چیز میں ذخیرہ اندوزی کی، وہ اس وقت تک نہیں مرنے گا جب تک اللہ تعالیٰ اسے کنگال نہ کر دے یا کوڑھ کا مرض لاحق نہ کر دے۔“ حضرت عمر بن الخطابؓ اکثر بازار کی گرانی کرتے اور ذخیرہ کرنے والے افراد سے نشستے۔ حضرت علی بن ابی طالبؑ ایک جگہ سے گزرے ایک تاجر کو دیکھا جس نے عام لوگوں کی ضرورت کا سامان ذخیرہ کر کھا تھا۔ آپ نے اس سامان کو نذر آتش کر دیا۔ فقہائے کرام نے بھی اس کی اجازت دی ہے کہ اگر کسی شخص نے لوگوں کو تکلیف پہنچانے کے لیے اور گرماں فروشی کی خاطر ذخیرہ کیا ہوا ہو تو حکومت اس سامان کو زبردستی فروخت کر سکتی ہے۔ (معنی ابن قدامہ:الجزء الرابع: رقم المسألة: 3111)

مندرجہ بالا احادیث مبارکہ اور تعلیمات نبویہ سے بات بالکل واضح ہو جاتی ہے کہ ذخیرہ اندوزی کتنا گھنا و نافع ہے، اور پھر اتنا گھٹیا اور برا کام ہے۔ انسان کو بھوک میں بنتا کرنا، اسے کھانے پینے کی اشیا

سے محروم کرنا قابل گرفت جرم ہے۔ اس کا آخرت میں تو عذاب طے گا ہی، دنیا میں بھی ذلت و خواری (اس کا) مقدر ہوگی۔ ہمیں تو یہ تعلیم دی گئی ہے کہ انسان کو چاہیے کہ اگر کسی چیز کی کمی ہو رہی ہے تو وہ ثواب کمائے، غریب پروری کرے، بھوک مٹانے کا سامان مہیا کرے، تینیوں کی مدد کرے، لوگوں کے لیے سہولت پیدا کرے اور اپنے گناہوں کو دھلوائے، اپنی مغفرت کا سامان کرے۔ لیکن یہاں اس کے المث ہو رہا ہے۔ بعض لوگ عوام کے منہ سے نوا لے چھیننے کے لئے گندم، آٹے اور جیمنی جیسی بندگی ضرورت کی چیزیں کی تقلیل پیدا کر کے پیسے بنانے کی کوشش کرتے ہیں، ایسے تاجریوں کو ارشادات نبوی ﷺ یاد رہنے چاہئیں۔ ان کے مالوں میں برکت نہ رہے گی، اللہ تعالیٰ انہیں محتاجی اور کوڑھ میں بتا کر دیں گے یہ حرام مال کھائیں گے تو ارشاد نبوی ﷺ کے مطابق ان کی دعا کیسی بھی قبول نہ ہوگی۔ جب کہ ایماندار اور دیانت دار تاجر کے بارے میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: **الثَّاجِرُ الصَّدُوقُ الْأَمِينُ مَعَ النَّبِيِّنَ وَالصِّدِيقِينَ وَالشُّهَدَاءِ**۔ ایمان دار کاروباری لوگ قیامت کے دن نبوی، صدیقیں اور شہدا کے ساتھ اٹھائے جائیں گے۔ (ترمذی) لہذا ضرورت اس بات کی ہے کہ رمضان ہو یا غیر رمضان، ایسے کام اختیار کیے جائیں جن سے اللہ درب العزت کی رضا مندی حاصل ہو اور ایسے کام اختیار نہ کیے جائیں جو اللہ کی نار حنگی کا باعث بنیں۔ ایک مسلمان ہونے کے ناطے رمضان میں عوام الناس کے ساتھ رحم اور ہمدردی کا معاملہ کرنا چاہیے اور ماہ رمضان میں غذائی اشیاء کو سے داموں مسلمانوں کے ہاتھ فروخت کرنا باعث ثواب بھی ہوگا اور حصول برکت کا ذریعہ بھی۔ مہنگائی کے اس دور میں غرباء اور مساکن کا بھی خیال رکھیں، لہذا تاجریوں کو چاہیے کہ کم از کم ماہ رمضان میں دل کھول کر خرونوں کی اشیاء سے داموں فروخت کریں تاکہ اس مقدس اور مبارک مہینے میں غریب اور مالدار دونوں برابر نیکیاں سمیٹ سکیں۔

والسلام

عبدالودود ربانی

مدیر مسئول

ماہ رمضان کے فضائل و برکات

مولانا منظور احمد نجمانی رحمۃ اللہ علیہ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: جب رمضان آتا ہے تو جنت کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں اور دوزخ کے دروازے بند کر دیئے جاتے ہیں شیاطین جگڑ دیئے جاتے ہیں۔ (اور ایک روایت میں بجائے "ابواب جنت" کے "ابواب رحمت" کا لفظ ہے)۔ صحیح بخاری۔

استاذ الاساتذہ حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ نے "حجۃ اللہ البالغہ" میں اس حدیث کی شرح کرتے ہوئے جو کچھ تحریر فرمایا ہے اس کا حاصل یہ ہے کہ اللہ کے صالح اور اطاعت شعار بندے رمضان میں چونکہ طاعات و حنات میں مشغول و منہمک ہو جاتے ہیں، وہ دنوں کو روزہ رکھ کے ذکر و تلاوت میں گزارتے ہیں اور راتوں کا بڑا حصہ تراویح و تجدید اور دعا و استغفار میں بس رکرتے ہیں اور ان کے انوار و برکات سے متاثر ہو کر عوام مؤمنین کے قلوب بھی رمضان مبارک میں عبادات اور نیکیوں کی طرف زیادہ راغب اور بہت سے گناہوں سے کنارہ کش ہو جاتے ہیں تو اسلام اور ایمان کے حلقتے میں سعادت اور تقوے کے اس عمومی رجحان اور نیکی اور عبادات کی اس عام فضاء کے پیدا ہو جانے کی وجہ سے وہ تمام طبائع جن میں کچھ بھی صلاحیت ہوتی ہے اللہ کی مرضیات کی جانب مائل اور شر و خباثت سے تنفس ہو جاتی ہیں اور پھر اس ماہ مبارک میں تھوڑے سے عمل خیر کی قیمت بھی اللہ تعالیٰ کی جانب سے دوسرے دنوں کی بہ نسبت بہت زیادہ بڑھادی جاتی ہے، تو ان سب باتوں کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ ان لوگوں کے لئے جنت کے دروازے کھل جاتے ہیں اور جہنم کے دروازے ان پر بند کر دیے جاتے ہیں اور شیاطین ان کو گراہ کرنے سے عاجز اور بے بس ہو جاتے ہیں۔

اس تشریع کے مطابق ان تینوں باتوں (یعنی جنت و رحمت کے دروازے کھل جانے، دوزخ کے دروازے بند ہو جانے اور شیاطین کے مقید اور بے بس کر دیے جانے) کا تعلق صرف ان اہل ایمان سے ہے جو رمضان مبارک میں خیر و سعادت حاصل کرنے کی طرف مائل ہوتے اور رمضان کی رحمتوں اور برکتوں سے مستفید ہونے کے لئے عبادات و طاعات کو اپنا شغل بناتے ہیں، باقی رہے وہ کفار اور خدا ناشناس اور وہ خدا فراموش اور غفلت شعار لوگ جو رمضان اور اس کے احکام و برکات سے کوئی سروکار نہیں رکھتے اور نہ اس کے آنے پر ان کی زندگیوں میں کوئی تبدیلی ہوتی ہے، ظاہر ہے کہ اس قسم کی بشارتوں کا ان سے کوئی تعلق نہیں، انہوں نے جب اپنے آپ کو خود ہی محروم کر لیا ہے اور بارہ مہینے شیطان کی پیروی پر وہ مطمئن ہیں تو پھر اللہ کے یہاں بھی ان کے لئے محرومی کے سوا اور کچھ نہیں۔

حضرت ابو ہریرہ رض سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب رمضان کی پہلی رات ہوتی ہے تو شیاطین اور سرکش جنات جکڑ دیے جاتے ہیں اور دوزخ کے سارے دروازے بند کر دیے جاتے ہیں اور ان میں سے کوئی دروازہ بھی کھلانہیں رہتا اور جنت کے تمام دروازے کھول دیے جاتے ہیں، ان کا کوئی دروازہ بھی بند نہیں کیا جاتا اور اللہ کا منادی پکارتا ہے کہ اے خیر اور نیکی کے طالب قدم بڑھا کے آ، اور بد کرداری کے شائق رک، آگے ن آ، اور اللہ کی طرف سے بہت سے (گناہ گار) بندوں کو دوزخ سے رہائی دی جاتی ہے (یعنی ان کی مغفرت کا فیصلہ فرمادیا جاتا ہے) اور یہ سب رمضان کی ہر رات میں ہوتا رہتا ہے۔ (جامع ترمذی، سنن ابن ماجہ)

اس حدیث کے ابتدائی حصے کا مضمون تو یہ ہے جو اس سے پہلی حدیث کا تھا آخر میں عالم غیب کے منادی کی جس ندا کا ذکر ہے اگرچہ ہم اس کو اپنے کانوں سے نہیں سنتے اور نہیں سن سکتے لیکن اس کا یہ اثر اور یہ ظہور ہم اس دنیا میں بھی اپنی آنکھوں سے دیکھتے ہیں کہ رمضان میں عموماً اہل ایمان کا رجحان اور میلان خیر و سعادت والے اعمال کی طرف بڑھ جاتا ہے، یہاں تک کہ بہت سے غیر محتاط اور آزاد منش عامی مسلمان بھی رمضان میں اپنی روشن کوچھ بدل لیتے ہیں، ہمارے نزدیک یہ ملاعِ اعلیٰ کی اس ندادرت پکار ہی کا ظہور اور اثر ہے۔

حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خیر کی بخشش اور خلق اللہ کی نفع رسانی میں اللہ کے سب بندوں سے فائق تھے اور رمضان مبارک میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ کریمانہ صفت اور زیادہ ترقی کر جاتی تھی، رمضان کی ہر رات میں جبرائیل امین آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے ملتے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اس کریمانہ نفع رسانی اور خیر کی بخشش میں اللہ تعالیٰ کی بھیجی ہوئی ہواں سے بھی زیادہ تیزی آجائی اور زور پیدا ہو جاتا۔ (صحیح بخاری و مسلم)

گویا رمضان مبارک کا مہینہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طبع مبارک کے لئے بہار و نشاط اور نشر و خبر کی صفت میں ترقی کا مہینہ تھا اور اس میں اس چیز کو بھی دخل تھا کہ اس مہینے کی ہر رات میں اللہ کے خاص پیغام بر جبرائیل امین آتے تھے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کو قرآن مجید سناتے تھے۔



تین عشرے تین دعائیں

پہلا عشرہ: رحمت (کیم رمضان سے دس رمضان المبارک)

رَبِّ اغْفِرْ وَارْحُمْ وَأَنْتَ خَيْرُ الرَّاحِمِينَ

دوسراعشرہ: مغفرت (گیارہ رمضان سے بیس رمضان المبارک)

أَسْتَغْفِرُ اللَّهَ رَبِّيْ مِنْ كُلِّ ذَنْبٍ وَأَتُوْبُ إِلَيْهِ

تیسرا عشرہ: جہنم سے نجات (اکیس رمضان سے آخر رمضان المبارک)

اللَّهُمَّ أَجِرْنِي مِنَ النَّارِ

شب قدر کی دعا (آخری عشرے کی طاق راتوں میں)

اللَّهُمَّ إِنَّكَ عَفُوٌ تُحِبُّ الْعَفْوَ فَاعْفُ عَنَّا

غزوہ بدر، جرأت و عزیمت و استقامت کا پیغام

مولانا محمد الیاس گھمن

اللہ تعالیٰ کے ہاں پسندیدہ دین "دین اسلام" ہے اور خاتم الانبیاء حضرت محمد ﷺ اس کے سب سے بڑے داعی، مبلغ اور محافظ ہیں۔ داعی ہونے کے ناطے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسلام کی دعوت شرق و غرب، شمال و جنوب، عرب و عجم، شاہ و گدا، مرد و عورت، پیر و جوان، آزاد و غلام، کالے گورے الغرض بھی نوع انسانیت کے ہر طبقے تک پہنچائی۔ نہ صرف پہنچائی بلکہ پہنچانے کا حق ادا کر دیا۔ اس کے احکام و مسائل، اواامر و نوادی، حدود و آداب اور اصول و قوانین کی تبلیغ صبر و تحمل اور قوت برداشت سے اس انداز میں فرمائی کہ ہر ظلم و ستم، وحشت و بربریت، جبر و تشدد، دھنس و حکمیوں حتیٰ کہ قتل کے منصوبوں تک کوکمال ضبط و تحمل سے اپنے اوپر سہا۔ خدائے رحمان و رحیم کی طرف سے رواف و رحیم بن کر انذار (محبت کے ساتھ ڈرانے) اور تبیشر (ہمدردی کے ساتھ خوشخبری دینے) کے حسین امتحان کے ساتھ آپ ﷺ نے یہ فریضہ انجام دیا۔ اللہ کے دین کے محافظ ہونے کے ناطے آپ ﷺ کی بنیادی ذمہ داری یہ بنتی تھی کہ اگر کوئی اسلام کو مٹانے کی کوشش کرے یا اہل اسلام سے ان کے بنیادی حقوق کو قوت و طاقت کے نشے میں مست ہو کر سلب کرنے کی جسارت یا حماقت کرے تو آپ اس کی شر انگیزیوں سے بچانے اور اسلام کے فروع و نفاذ کیلئے مضبوط، پاسدار، منظم اور مسکم لائجہ عمل تیار کریں تاکہ دین قیامت کی صبح تک پوری آب و تاب کے ساتھ باقی رہے۔

اگرچہ اسلام باہمی روابط اور اداری، بقاعے باہمی، محبت و مودت اور انس و اخوت کا حکم دیتا ہے لیکن اس کا ہرگز یہ مطلب نہیں کہ وہ اپنے ماننے والوں کو یونہی بے آسرا چھوڑ دے، ان پر ظلم کے جکھڑ چلتے رہیں، یہ

پتے ہی رہیں، مرتے کئے رہیں، ان کی مظلوم سکیاں، مجبور آہیں، مقبور نالے و فریادیں فضاء میں بے نواع ہو کر مر جائیں، فتنہ و فساد پھیلتار ہے، ظالم و جابر قوتیں طوفانِ سم بپا کر کے دندناتی پھریں اور مظلوموں بے کسوں، بے قصوروں اور بے گناہوں کا قتل عام ہوتا رہے۔

اسلام یہ ہرگز برداشت نہیں کرتا۔ جیسے اسلام، قبولِ مذہب کے لیے جروا کراہ کا قائل نہیں کہ کسی کو زبردستی مسلمان بنائے اسی طرح کسی اور کوئی یہ حق نہیں دیتا کہ وہ دین اسلام قبول کرنے والوں کا طاقت سے راستہ رو کے بلکہ آزادی رائے و آزادی مذہب کے اس تناظر میں اسلام دنیا کا سب سے معتدل دین ہے۔ اسلام امن و سلامتی کے آفاقی و عالمگیر پیغام کو لیے کہ سے مدینہ تک پہنچ چکا تھا۔ مدینہ پہنچنے پر عالمی سلطنت پر بالخصوص عرب کے سیاسی و مذہبی منظر نامے پر بہت تبدیلیاں دکھائی دے رہی تھیں۔ بنی کریم سلی اللہ علیہ وسلم اپنے جانشیروں کے ساتھ یہ رب کی وادی کو مدینہ منورہ بنا چکے تھے۔ یہاں آکر آپ سلی اللہ علیہ وسلم نے عسکری حکمت عملی کو بروعے کار لاتے ہوئے متعدد قبائل کے ساتھ معاہدات صلح و جنگ فرمائے۔ اسلام کو مزید تقویت، مضبوطی اور استحکام پہنچانے کے لیے دورس فیصلے صادر فرمائے۔ دوسری طرف قریش مکہ اسلام کے فروغ، اہل اسلام کی خوشحالی اور عزت و وقار کو کسی طرح بھی ٹھنڈے پیٹوں برداشت کرنے کے لیے قطعاً آمادہ نہیں تھے۔ اپنی جنگی قوت کو مضبوط تر بنانے کے لیے معیشت کو سکلم کرنے میں لگے ہوئے تھے۔ اسلحہ اکٹھا کرنے کی غرض سے دیگر ممالک سے تجارتی تعلقات استوار کر رہے تھے اور اندر وون خانہ اسلام کو مٹانے کے لیے فیصلہ کن معزکر لڑنے کی تیاریوں میں مگن تھے۔

2ھ کے شروع میں قریش کا ایک بہت بڑا تجارتی قافلہ ابوسفیان بن حرب کی قیادت میں شام کی طرف جا رہا تھا، قافلے میں لاکھوں دراہم کی مالیت کامال و اسباب اونٹوں پر لدا ہوا تھا۔ مسلمان چونکہ میں قریشیوں کے مہلک جان لیوا مظالم کو سہہ چکے تھے اس لیے وہ اس بات کو بخوبی جانتے تھے کہ اگر قریش کی معیشت مضبوط ہو گئی تو وہ اسلام کو مٹانے میں ذرہ برابر تال نہیں کریں گے چنانچہ حفظ ماقبلہ کے اصول کے پیش نظر مسلمانوں نے اس قافلے کو روکنے کی کوشش کی تاکہ کافروں کی عسکری طاقت کی بیاد ہی مسار ہو جائے اور انہیں مسلمانوں پر حملہ کرنے کا موقع نہ ملے لیکن قافلہ نج نکلنے میں کامیاب ہو گیا۔ مسلمان اب اس

انتظار میں تھے کہ کب یہ قافلہ واپس آتا ہے؟ -

قافلے کے واپس ہونے کی اطلاع میں تو 12 رمضان المبارک سن 2 ہجری کو نبی کریم ﷺ 313 مسلمانوں کو ساتھ لے کر مدینہ سے روانہ ہوئے، 60 مہاجرین جبکہ باقی انصار تھے۔ دوسری طرف ابوسفیان کو جب مسلمانوں کی آمد کا علم ہوا تو اس نے ایک تیز رفتار گھر سوار مکہ کی طرف دوڑایا اور قریش مکہ کے نام پیغام بھیجا کہ یہی موقع ہے اسلام کی شمع کو ہمیشہ کے لیے بجھادیئے کا۔ تم جلدی سے اسلحہ اور سواریوں سمیت پہنچو۔ قریش مکہ تو پہلے سے تیار بیٹھے تھے۔ کوچ کا نقارہ بجا یا اور ایک ہزار سپاہی، 100 سواریاں، تیر و تفنگ، نیزے بھالے، تلواریں، ڈھانیں اور جگلی ہتھیار سے لیس ہو کر مسلمانوں کی طرف بڑھنے لگے۔

بدر، مدینہ منورہ سے 80 میل کے فاصلے پر واقع ایک جگہ ہے۔ قریشیوں کی فوج نے تھیں پڑا اور ڈالا۔ آپ ﷺ کو اس کا علم ہوا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام ﷺ سے رائے دریافت کی۔ مہاجرین کے سرخیل جناب ابو بکر و عمر ﷺ نے مجاہد انہ تقاریر کیں، جانشی کا لیقین دلایا۔

آپ ﷺ نے انصار مدینہ کی رائے لی۔ قبلیہ خزر جن کے سردار حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ نے کہا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپ ﷺ جہاں تشریف لے جائیں ہم آپ ﷺ کے ساتھ ہیں، جس سے جیسا چاہیں تعلق نبھائیں، ہم سے جو لینا چاہیں یا ہمیں کچھ دینا چاہیں ہم ہر طرح تیار ہیں، جو حکم فرمائیں ہم آپ ﷺ کے شانہ بشانہ ہیں، بدر کیا ہے، اگر آپ برک غماد تک بھی جائیں ہم آپ ﷺ کے ہم رکاب رہیں گے، اگر آپ ہمیں سمندر میں کو وجہ کا حکم دیں ہم بلا چوں چرا کو د پڑیں گے۔ اس کے بعد حضرت مقداد رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے اور کہا: ہم قوم موی جیسی بے وفا قوم نہیں جنہوں نے اپنے نبی سے کہا تھا کہ تم اور تمہارا رب جا کر لڑو ہم یہیں بیٹھے ہیں بلکہ ہم آپ ﷺ کے داسیں باشیں، آگے پیچھے آپ ﷺ کی حفاظت کریں گے، ہر وقت آپ ﷺ کے ساتھ رہیں گے۔ نبی کریم ﷺ بے حد خوش ہوئے اور بدر کے قریب ایک چشمے پر پڑا اور ڈالنے کا حکم دیا۔

حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کے مشورے سے آپ ﷺ کیلئے عریش (چھپر) بنایا گیا تاکہ آپ ﷺ دہاں سے جنگی صور تحال کو چشم خود ملاحظہ فرماسکیں۔ آج کل اس جگہ ایک مسجد ہے۔ جسے "مسجد عریش" کہا جاتا

ہے۔ 16 رمضان المبارک کو دونوں فوجیں پڑا وڈاں جگی تھیں۔ آپ ﷺ رات بھر بارگاہ ایزدی میں دعا و مناجات کرتے رہے۔ بالآخر وہ وقت آن پہنچا جب بدر کا میدان رزم حق و باطل کا استعارہ بن گیا جو صحابہ کرام ﷺ کی جرأت و شجاعت، بہادری و جانبازی، اللہ کی مد و نصرت اور نبی کریم ﷺ کی بہترین عسکری حکمت عملی کی مثال کے طور پر تاریخ عالم میں جانا جاتا ہے۔

17 رمضان المبارک، 2 ہجری کو نبی کریم ﷺ نے فوج کی صفت بندی کی اور دست رحمت کو بارگاہ رحمت میں دراز کرتے ہوئے التجاء کی: اے پرو دگار! جو آپ نے مجھ سے وعدہ فرمایا ہے اسے پورا فرم۔ آج اگر یہ مٹھی بھر جماعت مٹ گئی تو تا قیامت آپ کی عبادت کرنے والا کوئی نہیں ہو گا۔

یہ صبر آزماء متحان تھا۔ مسلمانوں کی تلواروں کے نیچے ان کے قلب و جگر کے ٹکڑے اور بزرگ بھی آ رہے تھے لیکن اسلام کی محبت رشتوں کی محبت پر غالب تھی۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی تلوار ان کے بیٹے پر بے نیام ہوئی، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی تلوار ان کے ما موں کے خون سے رنگیں ہوئی، حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کی تلوار اپنے والد عتبہ پر تن گئی، قریش کے سپہ سالار عتبہ پر حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کاری ضرب لگائی، شیبہ کو حیدر کر رضی اللہ عنہ کی ذوالفقار نے 2 ٹکڑوں میں تقسیم کیا، عبیدہ بن سعید کو حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے جہنم رسید کیا، 12 انصاری بچوں حضرت معوذ رضی اللہ عنہ اور معاذ رضی اللہ عنہ نے ابو جہل کے غرور کو ز میں بوس کیا، عکرمہ بن ابی جہل نے حضرت معوذ رضی اللہ عنہ پر تلوار سے حملہ کیا جس سے ان کا بازو کندھ سے لٹک گیا لیکن شیر دل مجاہد اسلام پھر بھی لڑتے رہے۔ جب لٹکا ہوا بازو دشمن پر حملے کرنے سے رکاوٹ بنا تو حضرت معوذ رضی اللہ عنہ نے اپنے ہاتھ کو پاؤں کے نیچے رکھ سے ایک جھٹکے سے جھٹک دیا۔

ابو جہل کے مرنے سے قریش مکہ کی ہمت کافی حد تک پست ہو گئی، ان کے حوصلے جواب دینے لگے تھے لیکن ان کی ایک امید بھی باقی تھی یعنی سردار امیہ بن خلف۔ پھر چشم فلک نے وہ نظارہ بھی کیا جب بالاں پر ستم ڈھانے والے امیہ کے جسم کو نیز دی سے چھلنی کر دیا گیا۔ دشمن کی صفوں میں کھلبلی مج گئی، اللہ تعالیٰ کی طرف سے فرشتوں کی فوج اتری، کفر کے سرداروں کی لاشوں کے ڈھیر لگ گئے۔ ابو جہل، امیہ بن خلف، عتبہ، شیبہ، ولید، زمعہ بن اسود، عاص بن ہشام، منبه ابی الحجاج اور ابوالحنتری کے ناپاک وجود سے اللہ کی زمین پاک ہو

گئی۔ 70 کفار مارے گئے، 70 کو قیدی بنالیا گیا جبکہ باقی ڈم دبا کر بھاگنے پر مجبور ہوئے۔

دوسرا طرف 14 مسلمان جام شہادت نوش کرنے۔ قیدیوں میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بھائی عباس، حضرت علی بن ابی ذئب کے بھائی عقیل اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے داماد ابوالعاص رضی اللہ عنہ بھی تھے۔ اب یہ مسئلہ پیش آیا کہ ان قیدیوں کے ساتھ کیا کیا جائے؟ اس وقت قیدیوں سے جو وحشیانہ سلوک ہوتا ہے اس پر تاریخ کے اوراق نوح کناں ہیں لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے ایسا حرم و کرم کا سلوک کیا کہ تاریخ انسانی میں اس کی مثال نہیں ملتی۔

قیدیوں کو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں تقسیم کر دیا گیا اور ان سے حسن سلوک کا تاکیدی حکم بھی سنادیا گیا۔

صحابہ کرام بھی اپنے جان کے دشمنوں سے ایسے کریمانہ سلوک سے پیش آئے کہ خود کھجوروں پر گزارہ کر کے قیدی بھائیوں کو کھانا کھلاتے۔

ایک قیدی ابو عزیز کا بیان ہے کہ میں جس انصاری کے ہاں قید تھا، وہ صبح و شام میرے سامنے کھانا رکھتے، روٹی اور سالن وغیرہ میری طرف رکھتے اور خود چند کھجور میں کھا کر گزارہ کر لیتے۔ مجھ کو شرم آتی۔ میں روٹی ان کے ہاتھ میں دے دیتا لیکن وہ اسے ہاتھ بھی نہ لگاتے اور مجھے واپس کر دیتے۔

انہی قیدیوں میں ایک شخص سہیل ابن عمر و بھی تھا جو بلا کا خطیب تھا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف تقریریں کر کے لوگوں میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نفرت پیدا کرنے کی کوشش کرتا رہتا تھا۔ حضرت عمر بن الخطاب نے اس کے متعلق رائے دی کہ اس کے نچلے 2 دانت اکھاڑ دیے جائیں تاکہ تقریر نہ کر سکے لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے منظور نہ فرمایا۔ یہاں تک کہ جن قیدیوں کے کپڑے خراب ہو گئے یا پھٹ گئے ان کو کپڑے دینے کا حکم دیا۔ حضرت عباس رضی اللہ عنہ کا قدقدرے لمبا تھا۔ کسی اور کرتہ ان کے بدن پر پورا نہیں آتا تھا تو عبد اللہ بن ابی منافق نے اپنا کرتہ دیا۔ احادیث میں آتا ہے کہ جب یہ منافق مراتو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے کفن کے لیے اپنا کرتہ دیا جو اسی احسان کا بدلہ تھا۔

حضرت انس بن مالک فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے مشورہ لیا کہ ان قیدیوں کا کیا کیا جائے؟ اس پر حضرت عمر بن الخطاب نے فرمایا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! ان لوگوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کو جھٹلایا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے گھر سے نکلا، ہمیں اجازت دیجیے کہ ہم ان کی گردیں اڑا

دیں۔ اسکے بعد حضرت عبد اللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ نے اس سے بھی زیادہ سخت رائے دی: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپ ﷺ ایسے علاقے میں ہیں جہاں لکڑیاں بکثرت ہیں۔ آپ جنگل میں آگ لگو کر ان کو اس میں ڈال دیں۔ سب سے آخر میں مزاج شناسِ رسول ﷺ سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے اور فرمایا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! یہ آپ ﷺ کی قوم ہے، آپ ﷺ کے گھروالے ہیں۔ انہیں زندگی کی مہلت دیں، توبہ کرائیں۔ امید ہے کہ اللہ تعالیٰ بھی ان کی توبہ کو قبول فرمائیں گے۔ میری رائے یہ ہے کہ ان سے کچھ فدیہ لے کر آزاد کر دیا جائے۔ آپ ﷺ یہ سن کر اٹھ کر چلے گئے، تھوڑی دیر بعد واپس تشریف لائے اور فرمایا: اے ابو بکر! تمہاری مثال حضرت ابراہیم علیہ السلام جیسی ہے جنہوں نے فرمایا تھا: جس نے میری اتباع کی وہ مجھ سے ہے۔ اے ابو بکر! آپ کی مثال حضرت عیسیٰ علیہ السلام جیسی ہے جنہوں نے فرمایا تھا: اے اللہ! اگر تو انہیں عذاب دے تو یہ تیرے بندے ہیں اور اگر معاف کر دے تو تو بخشنے والا ہے۔

اس کے بعد حضرت عمر بن الخطاب کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا: اے عمر! تیری مثال حضرت موسیٰ علیہ السلام جیسی ہے جنہوں نے فرعون کے لیے اللہ سے بد دعا کی تھی۔ اور اے عمر! تیری مثال حضرت نوح علیہ السلام جیسی ہے جنہوں نے اپنی قوم کی ہلاکت کے لیے یوں بد دعا کی تھی: اے اللہ! کافروں کا ایک بھی گھر زمین پر باقی نہ چھوڑ (ان سب کو ہلاک کر دے) پھر آپ ﷺ نے صحابہ کرام ﷺ کو فرمایا: اس وقت تم ضرورت مند ہو اس لیے ان قید یوں کو (ان کی حیثیت کے مطابق) فدیہ وصول کر کے انہیں چھوڑ دو چنانچہ ایسا ہی کیا گیا۔ جن کے پاس مال تھا ان کی حیثیت کے مطابق فدیہ لے کر چھوڑ دیا گیا اور جن کے پاس مال نہیں تھا ان سے کہا گیا کہ ہر قیدی مسلمانوں کے 10، 10 بچوں کو لکھنا پڑھنا سکھا دے ان کا یہی فدیہ ہے۔

غزوہ بدر کے واقعے نے یہ ثابت کر دیا کہ ثابت قدی، جذبہ جہاد، شوق شہادت، اطاعت امیر سے کڑے حالات کو اچھے حالات کی طرف موڑا جا سکتا ہے، محض دنیاوی وسائل، آلات جنگ اور سپاہیوں کی کثرت ہی جنگ جیتنے کے لیے کافی نہیں ہوتیں۔



زوجہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم

ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا

مفتی محمد نعیم رضی اللہ عنہ

سرور کائنات، ہادی عالم، امام الانبیاء، سید المرسلین، خاتم النبیین، حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے رفیق سفر، حضر، یارِ غار و مزار، خلیفہ اول، سیدنا حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی پیاری بیٹی سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ محترمہ اور امہات المؤمنینؓ میں بلند مقام کی حامل ہیں۔ ان کا لقب صدیقہ اور حمیرا ہے، کنیت ام عبد اللہ ہے، یہ کنیت خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تجویز فرمائی ہوئی تھی۔ اس کی تفصیل یہ ہے کہ عرب میں کنیت رکھنا شرافت کا معیار اور علامت سمجھی جاتی تھی، ایک دن انہوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ عرب کی عورتیں کنیت سے مشہور ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم میری بھی کوئی کنیت تجویز فرمادیں، اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اپنی کنیت عبد اللہ کے نام کی نسبت سے ام عبد اللہ رکھ لو۔ واضح رہے کہ حضرت عبد اللہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے بھانجے تھے۔

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اعلان نبوت کے چار سال بعد پیدا ہوئیں، اس طرح انہیں یہ بھی اعزاز حاصل ہے کہ یہ پیدائشی مسلمان تھیں۔ یہ ایک ایسا اعزاز ہے کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو اسلام کی ان برگزیدہ شخصیات کی فہرست میں داخل کر دیتا ہے، جن کے کانوں نے کبھی کفر و شرک کی آواز تک نہیں سُنی، سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا انتہائی ذہین تھیں اور انہیں یہ بھی اعزاز حاصل ہے کہ علمی طور پر صحابیاتؓ میں سب سے بڑی فقیہہ تھیں۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے نکاح سے پہلے انہیں دو مرتبہ خواب میں دیکھا کہ وہ ریشمی کپڑے میں ملبوس ہیں، کوئی شخص آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہتا ہے کہ یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ محترمہ ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم دوران

ماہنامہ دارالتفوی

خواب ہی فرماتے ہیں کہ اگر یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے تو ایسا ہو جائے گا۔ اسی خواب کی بنیاد پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابو بکر صدیقؓ بنیتہا کے ہاں عائشہؓ صدیقہؓ بنیتہا سے نکاح کا پیغام بھجوایا۔ اتنا سننا تھا کہ سیدنا ابو بکر صدیقؓ بنیتہا خوشی سے پھولے نہ سائے تھے کہ ان کی صاحب زادی تا جدار مدینہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے نکاح میں آئیں۔ چنانچہ فوراً راضی ہو گئے اور شوال کے مہینے میں چار سو درہم کے حق مہر پر آپ کا نکاح ہوا۔ خطبہ نکاح خود حضرت ابو بکر صدیقؓ بنیتہا نے پڑھایا۔ اس وقت حضرت عائشہؓ بنیتہا کم سن تھیں۔ (واضح رہے کہ) یہ صرف عقد نکاح تھا، جس میں خصیٰ کی نوبت اس وقت نہیں آئی تھی، یہ اللہ تعالیٰ کی حکمت تھی اور یہ انتخاب بھی اللہ تعالیٰ ہی کا تھا۔ حضرت عائشہؓ صدیقہؓ بنیتہا انتہائی ذہین تھیں۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا لا یا ہوا دین جس طرح انہوں نے محفوظ کر کے عام فرمایا، یہ بات اللہ تعالیٰ کی حکمت اور دین کی حقانیت کا ثبوت ہے۔ آپ کے علاوہ جتنے بھی نکاح ہوئے وہ عمر سیدہ عورتوں سے ہوئے۔ سیدہ عائشہؓ بنیتہا نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک ایک بات انتہائی شوق و رغبت کے ساتھ دیکھی، پر کھی، سمجھی اور امت مسلمہ کی خصوصاً عورتوں تک اور عموماً دیگر صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین تک کما حقہ من و عن پہنچائی۔

عقد نکاح کے کچھ ہی عرصے بعد نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور سیدنا ابو بکر صدیقؓ بنیتہا کو مدینہ منورہ کی طرف ہجرت کا حکم ہوا اور یہ دونوں حضرات مدینہ منورہ کے لیے روانہ ہو گئے، راستے میں مختلف واقعات پیش آئے، بالآخر آپ دونوں حضرات مدینہ منورہ بخیر و عافیت پہنچ گئے۔ وہاں اللہ تعالیٰ نے مکہ مکرمہ کے مقابلے میں انتہائی اطمینان بخش فضا قائم فرمائی جس کے بعد سیدنا ابو بکر صدیقؓ بنیتہا نے اپنے پورے گھرانے کو مدینہ منورہ بلوالیا، یہاں آپ بنیتہا کی خصیٰ عمل میں آئی، اس کے بعد بحیثیت زوجہ نو سال نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی رفاقت میں اس طرح گزارے کہ ایک دوسرے کے ساتھ انتہائی محبت کے ساتھ پیش آتے تھے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کی بہترین تربیت بھی فرمائی اور یہ سیدہ عائشہؓ صدیقہؓ بنیتہا کا ذوق و شوق تھا کہ انہوں نے علمی میدان میں بھی اس موقع سے فائدہ اٹھایا اور علوم اسلامی کے ایک بہت بڑے ذخیرے کو نہ صرف اپنے پاس محفوظ فرمایا، بلکہ ہر ہر موقع پر امت مسلمہ کی رہنمائی بھی فرمائی۔

علامہ سید سلیمان ندوی رحمۃ اللہ علیہ رقمطراز ہیں: ”عموماً ہر زمانے کے پتوں کا وہی حال ہوتا ہے جو

آج کل کے پتوں کا ہے کہ سات آٹھ برس تک تو انہیں کسی بات کا مطلق ہوش نہیں ہوتا اور نہ ہی وہ کسی بات کی تہہ تک پہنچ سکتے ہیں، لیکن حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا لڑکپن کی ایک ایک بات یاد رکھتی تھیں۔ ان کی روایت کرتی تھیں، ان سے احکام مستنبط کرتی تھی، لڑکپن کے کھیل کو دیں کوئی آیت کا نوں میں پڑ جاتی، تو اسے بھی یاد رکھتی تھیں، کم سنی اور کمر عمری میں ہوش مندی اور قوت حافظہ کا یہ حال تھا کہ بھرت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام واقعات بلکہ جزوی باتیں تک ان کو یاد تھیں، ان سے بڑھ کر کسی صحابی رضی اللہ عنہ نے بھرت کے واقعات کو ایسی تفصیل کے ساتھ نقل نہیں کیا۔“

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو مندرجہ ذیل ایسی خصوصیات حاصل تھیں، جن میں امت کا کوئی فرد ان کا سہیم و شریک نہیں، چنانچہ وہ فرماتی ہیں: فرشتہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ان کی تصویر لے کر حاضر ہوا۔ وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ازواج مطہرات میں سب سے زیادہ محبوب تھیں۔ آپ کی وجہ سے امت کو تمیم کی رخصت ملی۔ جبراہیل علیہ السلام کو آپ نے دیکھا۔ آپ کی پاک دامنی اور برأت میں دس قرآنی آیات نازل ہوئیں۔ اس کے علاوہ اور بھی کئی فضیلیتیں حاصل تھیں۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ہدیہ پیش کرنے کے لیے اس دن کا انتظار کرتے جس روز آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی میرے بیہاں باری ہوتی اور اس سے ان کا منشار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خوش نودی حاصل کرنا تھا۔

حضرت عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ میں نے قرآن و حدیث، فقہ و تاریخ اور علم الانساب میں اُمّ المؤمنین حضرت عائشہؓ سے بڑھ کر کسی کو نہیں دیکھا، احفہ بن قیسؓ اور موسیٰ بن طلحہؓ کا قول ہے کہ حضرت عائشہؓ سے بڑھ کر میں نے کسی کو فصح اللسان نہیں پایا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا معمول تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جہاں عام حالات میں اپنے ساتھ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو رکھا کرتے تھے، وہاں کئی موقع پر سفر میں بھی آپ کو اپنے ساتھ لے لے گئے۔ جن میں غزوات کے سفر بھی شامل ہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس دنیا سے پرده فرمانے کے وقت آپ کی طبیعت کئی روز علیل رہی، بیماری نے شدت اختیار کی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی تمام ازواج مطہرات سے اجازت چاہی کہ آپ کی

تیارداری عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے ہاں کی جائے۔ تمام ازواج مطہرات[ؓ] نے بخوبی اس کی اجازت دے دی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے ہاں تشریف لے گئے، اور وصال تک انہی کے ہاں رہے۔ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سورہ اخلاص، سورہ فلق اور سورہ ناس پڑھ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھوں پردم کرتی تھیں۔ بنی صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ کے آخری لمحات میں یہ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے لیے بڑا اعزاز تھا۔

انتقال سے پہلے آپ نے حضرت عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کو وصیت کی تھی کہ مجھے ازواج مطہرات[ؓ] کے پاس ہی دفن کر دینا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک جگہ جو ابھی باقی ہے، وہاں دفن نہ کرنا، کیوں کہ میں یہ بات پسند نہیں کرتی کہ مجھے دوسری ازواج مطہرات[ؓ] کے مقابلے میں کوئی برتر مقام دیا جائے۔ رمضان المبارک میں آپ کا انتقال ہوا اور آپ کو آپ کی وصیت ”موت کے بعد فوراً مجھے دفن کر دینا“ کے مطابق حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے جنازے کی امامت فرمائی، اس کے بعد جنت البقع (مدینہ منورہ) میں تدفین کر دی گئی۔ قاسم بن عبد اللہ، عبد اللہ بن عبد الرحمن، عبد اللہ بن ابی عقیل، عروہ ابن زبیر، عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہم تدفین کے عمل میں شریک ہوئے۔

سیرتِ عائشہ رضی اللہ عنہا پر ایک نظر

☆ آپ کا نام عائشہ رضی اللہ عنہا، جب کہ صدیقہ، ام المؤمنین اور حمیرا کے القاب سے شہرت پائی۔

☆ والد کا نام ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اور والدہ کا اسم مبارک ام رومان رضی اللہ عنہا تھا۔

☆ آٹھویں پشت میں آپ کا نسب حضور پر نور صلی اللہ علیہ وسلم سے جا ملتا ہے۔ ☆ آپ کی ولادت نبوت کے چوتھے سال مکہ المکرہ میں ہوئی۔

☆ قرآن کریم کی عالمہ، فتح البیان اور عربی اشعار پر کامل دسترس رکھتی تھیں۔

☆ آپ سے جواہار میث مبارکہ مردی ہیں، ان کی تعداد دو ہزار دو سو دس ہے۔

☆ آپ کے مناقب میں تمیم کے حکم کا نازل ہونا بھی ہے۔

☆ رمضان سن ۵۸ میں انتقال فرمایا اور وصیت کے مطابق جنت البقع میں دفن کی گئیں۔

علم و دانائی کی باتیں

ام المؤمنین سیدہ عائشہؓ میں اشہار نے فرمایا:

- ☆ کم کھانا تمام بیماریوں کا علاج ہے اور شکم سیری بیماری کی جڑ ہے۔
- ☆ مہمان کی خاطر زیادہ خرچ کرو، کہ یہ اسراف نہیں۔
- ☆ عبادتوں میں افضل ترین عبادت عاجزی ہے۔
- ☆ مصیبتوں کا مقابلہ صبر سے اور نعمتوں کی حفاظت شکر کے ساتھ کرو۔
- ☆ آدمی کے برا ہونے کی ایک علامت یہ ہے کہ وہ یہ گمان کرے کہ وہ اچھا ہے۔
- ☆ زبان کی حفاظت کرو کہ عزت اور ذلت کی یہی سزاوار ہے۔
- ☆ تمہارے لیے خیر اسی میں ہے کہ شر سے باز آ جاؤ۔
- ☆ حق کا پرستار ذلیل نہیں ہوتا، چاہے سارا زمانہ اس کے خلاف ہو جائے اور باطل کا پرستار عزت نہیں پاتا، چاہے چاند اس کی پیشانی پر نکل آئے۔
- ☆ جب معدہ بھر جائے تو فکر کمزور پڑ جاتی ہے اور حکمت و دانائی کی صلاحیت گوگی ہو جاتی ہے۔
- ☆ عظمت صرف ایک فیصد و دیعٹ کی جاتی ہے اور ننانوے فیصد محنت و ریاضت سے ملتی ہے۔



ہر ماہ باتِ اعدگی سے شائع ہونے والا

تربیتی، اصلاحی اور تبلیغی رسالہ

تاجبر حضرات اپنے کاروبار اور مصنوعات کی
موثر تشویر کے لئے ماہنامہ دارالتفوی کا انتخاب کریں



ماہ رمضان المبارک کا آخری عشرہ

ڈاکٹر محمد نجیب قاسمی سنبھلی

فاضل دارالعلوم دیوبند انڈیا

شب قدر کی عبادت

رمضان کی راتوں میں ایک رات، شبِ قدر کہلاتی ہے جو بہت ہی خیر و برکت والی رات ہے اور جس میں عبادت کرنے کو قرآن کریم (سورہ القدر) میں ہزار مہینوں سے افضل بتایا گیا ہے۔ ہزار مہینوں کے ۸۳ سال اور ۲۳ ماہ ہوتے ہیں۔ گویا اس رات کی عبادت پوری زندگی کی عبادت سے زیادہ بہتر ہے۔ اور ہزار مہینوں سے کتنا زیادہ ہے؟ یہ صرف اللہ ہی کو معلوم ہے۔

نبی اکرم ﷺ کے ارشادات سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ رات رمضان کے آخری عشرہ میں ہوتی ہے۔ لہذا اس آخری عشرہ کا ایک لمحہ بھی ضائع نہ ہونے دیں۔ پانچوں نمازوں کو جماعت سے پڑھنے کا اہتمام کریں، دن میں روزہ رکھیں، رات کا بڑا حصہ عبادت میں گزاریں، تراویح اور تہجد کا اہتمام کریں، اللہ تعالیٰ کا ذکر کریں، اپنے اور امت مسلمہ کے لئے دعائیں کریں، قرآن کریم کی تلاوت زیادہ سے زیادہ کریں۔ شبِ قدر کی اہمیت و فضیلت کے متعلق خالق کائنات ارشاد فرماتا ہے:

إِنَّا أَنزَلْنَاهُ فِي لَيْلَةِ الْقَدْرِ. وَمَا أَدْرَاكَ مَا لَيْلَةُ الْقَدْرِ. لَيْلَةُ الْقَدْرِ خَيْرٌ مِّنْ أَلْفِ شَهْرٍ. تَزَلُّلُ الْمَلَائِكَةُ وَالرُّوحُ فِيهَا بِإِذْنِ رَبِّهِمْ مِّنْ كُلِّ أَمْرٍ. سَلَامٌ هِيَ حَتَّىٰ مَطْلَعِ الْفَجْرِ.

بے شک ہم نے قرآن پاک کو شب قدر میں اتارا ہے، یعنی قرآن کریم کو لوح محفوظ سے آسان دنیا پر اس رات میں اتارا ہے۔ آپ کو کچھ معلوم بھی ہے کہ شب قدر کیسی بڑی چیز ہے، یعنی اس رات کی بڑائی اور فضیلت کا آپ کو علم بھی ہے، لتنی خوبیاں اور کس قدر فضائل اس میں ہیں۔ اس کے بعد چند فضائل کا ذکر فرماتے ہیں، شب قدر ہزار مہینوں سے بہتر ہے، یعنی ہزار مہینوں تک عبادت کرنے کا جتنا ثواب ہے اس سے زیادہ شب قدر کی عبادت کا ہے، اور کتنا زیادہ ہے؟ یہ اللہ ہی کو معلوم ہے۔ اس رات میں فرشتہ اور حضرت جبریل علیہ السلام اترتے ہیں۔ اپنے پروردگار کے حکم سے ہر امر خیر کو لے کر زمین کی طرف اترتے ہیں۔ اور یہ خیر و برکت فجر کے طلوع ہونے تک رہتی ہے۔

سورۃ العلق کی ابتدائی چند آیات (إِقْرَأْ إِسْمِ رَبِّكَ الَّذِي خَلَقَ) سے قرآن کریم کے نزول کا آغاز ہوا۔ اس کے بعد آنے والی سورۃ القدر میں بیان کیا کہ یہ قرآن کریم رمضان کی بابرکت رات میں اتارا ہے، جیسا کہ سورۃ الدخان کی آیت نمبر ۳ (إِنَّا أَنزَلْنَاهُ فِي لَيْلَةٍ مُّبَارَّكَةٍ) ہم نے ایک مبارک رات میں قرآن کریم کو اتارا ہے۔ اور سورۃ البقرہ کی آیت نمبر ۱۸۵ (شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِي أُنْزِلَ فِيهِ القرآنُ رَمَضَانٌ مِّنْ نَّحْنٍ) میں یہ مضمون صراحة کے ساتھ موجود ہے۔

شب قدر کے دو معنی ہیں اور دونوں ہی یہاں مقصود ہیں۔ ایک یہ کہ یہ وہ رات ہے جس میں تقدیروں کے فیصلے کیے جاتے ہیں جیسا کہ سورۃ الدخان آیت نمبر ۲ میں ہے: فِيهَا يُفْرَقُ كُلُّ امْرٍ حَكِيمٍ۔ یعنی اسی رات میں ہر حکمت والے کام کا فیصلہ کیا جاتا ہے۔ دوسرے معنی یہ ہیں کہ یہ بڑی قدر و منزلت اور عظمت و شرف رکھنے والی رات ہے۔

اس رات میں قرآن کریم کے نازل ہونے کا مطلب لوح محفوظ سے آسان دنیا پر اتنا ہے یا اس رات میں پورا قرآن کریم حامل و حی فرشتوں کے حوالہ کیا جانا مراد ہے یا یہ مطلب ہے کہ قرآن کریم کے نزول کی ابتداء اس رات میں ہوئی اور پھر واقعات اور حالات کے مطابق و تناقض ۲۳ سال کے عرصہ میں نبی اکرم ﷺ پر نازل ہوا۔

شب قدر کی فضیلت و اہمیت کے متعلق متعدد احادیث کتب احادیث میں موجود ہیں، یہاں اختصار

کی وجہ سے چند احادیث ذکر کر رہا ہوں، اللہ تعالیٰ ہم سب کو عمل کرنے والا بنائے، آمین۔ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جو شخص شب قدر میں ایمان کے ساتھ اور ثواب کی نیت سے (عبادت کے لئے) کھڑا ہو، اس کے پچھلے تمام گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔ (بخاری و مسلم) کھڑے ہونے کا مطلب: نماز پڑھنا، تلاوت قرآن اور ذکر وغیرہ میں مشغول ہونا ہے۔ ثواب کی امید رکھنے کا مطلب یہ ہے کہ شہرت اور دکھاوے کے لئے نہیں بلکہ خالص اللہ کی رضا حاصل کرنے کے لئے عمل کرنا ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: تمہارے اوپر ایک مہینہ آیا ہے جس میں ایک رات ہے جو ہزار مہینوں سے افضل ہے۔ جو شخص اس رات سے محروم رہ گیا گویا سارے ہی خیر سے محروم رہ گیا، اور اس کی بھلائی سے محروم نہیں رہتا مگر وہ شخص جو حقیقتہ محروم ہی ہے۔ (ابن ماجہ)

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: شب قدر کو رمضان کے اخیر عشرہ کی طاق راتوں میں تلاش کیا کرو۔ (بخاری) (مذکورہ حدیث کے مطابق، شب قدر کی تلاش ۲۱ ویں، ۲۳ ویں، ۲۵ ویں، ۲۷ ویں، ۲۹ ویں راتوں میں کرنی چاہئے)۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ یا رسول اللہ اگر مجھے شب قدر کا پتہ چل جائے تو کیا دعاء مانگوں؟ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: پڑھو: اللَّهُمَّ إِنَّكَ عَفْوٌ تُحِبُّ الْعَفْوَ فَاعْفُ عَنِّي (اے اللہ تو بیشک معاف کرنے والا ہے اور پسند کرتا ہے معاف کرنے کو، پس مجھے بھی معاف فرمادے۔ (مسند احمد، ابن ماجہ، ترمذی)

شب قدر کی دو اہم علمتیں

شب قدر کی دو اہم علمتیں کتب احادیث میں مذکور ہیں: ایک یہ کہ رات نہ بہت زیادہ گرم اور نہ بہت زیادہ ٹھنڈی ہوتی ہے اور دوسری علامت یہ ہے کہ شب قدر کے بعد صبح کو سورج کے طلوع ہونے کے وقت سورج کی شعاعیں یعنی کرنیں نہیں ہوتی ہیں۔

نوت: اختلاف مطالع کے سبب مختلف ملکوں اور شہروں میں شب قدر مختلف دنوں میں ہوتا اس میں کوئی اشکال نہیں، کیونکہ ہر جگہ کے اعتبار سے جورات شب قدر قرار پائے گی اس جگہ اسی رات میں شب

قدر کی برکات حاصل ہوں گی، ان شاء اللہ۔

اعتكاف

ثواب کی نیت سے مسجد میں ٹھہر نے کو اعتكاف کہا جاتا ہے۔ اعتكاف میں انسان دنیاوی مشاغل چھوڑ کر اللہ تعالیٰ کے دریعنی مسجد کا رخ کرتا ہے۔ پوری توجہ کے ساتھ عبادت میں مشغول رہنے سے اللہ تعالیٰ کے ساتھ جو خاص تعلق اور قربت پیدا ہوتی ہے وہ تمام عبادتوں میں ایک زمیں شان رکھتی ہے۔

اعتكاف کی تین قسمیں ہیں

مسنون اعتكاف

یہ رمضان کے آخری عشرہ کا اعتكاف ہے جو سنت علی الکفار یہ یعنی محلہ میں اگر ایک شخص بھی اعتكاف کر لے تو سب کے ذمہ سے ساقط ہو جائے گا ورنہ سب تر کی سنت کے گناہ گار ہوں گے۔ رمضان المبارک کی بیش تاریخ کو سورج غروب ہونے سے کچھ پہلے اعتكاف شروع کیا جاتا ہے اور عید کا چاند نظر آنے تک جاری رہتا ہے۔ اس اعتكاف کے ذریعہ اللہ تعالیٰ سے تقرب کے ساتھ شب قدر کی عبادت حاصل ہو جاتی ہے جس میں عبادت کرنا اللہ تعالیٰ کے فرمان کے مطابق ہزار ہمینوں یعنی ۸۳ سال کی عبادت سے بھی زیادہ بہتر ہے۔ ۲ ہجری میں روزہ کی فرضیت کے بعد سے وفات تک نبی اکرم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖہ وَسَلَّمَ نے ہمیشہ رمضان میں اعتكاف فرمایا۔

واجب اعتكاف

یہ نذر ماننے کی وجہ سے لازم ہوتا ہے: مثلاً کوئی شخص کہے کہ اگر میرا فلاں کام ہو گیا تو میں اتنے دن کا اعتكاف کروں گا۔ نذر کے لئے روزہ کے ساتھ کم از کم ایک دن کا اعتكاف ضروری ہوتا ہے۔

مستحب اعتكاف

جب بھی آدمی مسجد میں داخل ہو تو یہ نیت کر لے کہ جب تک میں اس مسجد میں رہوں گا اعتكاف کی نیت کرتا ہوں۔ اس اعتكاف میں وقت اور روزہ کی کوئی پابندی نہیں ہے۔ مسجد سے نکلنے پر اعتكاف ختم ہو جاتا ہے۔

مسنون اعتکاف سے متعلق بعض احادیث نبویہ

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے رمضان کے پہلے عشرہ میں اعتکاف فرمایا اور پھر دوسرے عشرہ میں بھی، پھر خیمہ سے جس میں اعتکاف فرمائے تھے، باہر سرناکل کر ارشاد فرمایا کہ میں نے پہلے عشرہ کا اعتکاف شب قدر کی تلاش اور اہتمام کی وجہ سے کیا تھا پھر اسی کی وجہ سے دوسرے عشرہ میں کیا، پھر مجھے کسی (یعنی فرشتے) نے بتایا کہ وہ رات آخری عشرہ میں ہے، لہذا جو لوگ میرے ساتھ اعتکاف کر رہے ہیں وہ آخری عشرہ کا بھی اعتکاف کریں۔ (بخاری مسلم)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رمضان کے آخری عشرہ میں اعتکاف فرماتے تھے، وفات تک آپ کا یہ معمول رہا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد آپ کی ازدواج مطہرات اہتمام سے اعتکاف کرتی رہیں۔ (بخاری و مسلم)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہر رمضان کے آخری عشرہ میں اعتکاف فرماتے تھے لیکن جس سال آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوئی اس سال آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیس دن کا اعتکاف فرمایا۔ (بخاری)

حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اعتکاف کرنے والے کے لیے فرمایا کہ وہ (اعتكاف کی وجہ سے مسجد میں مقید ہو جانے کی وجہ سے) گناہوں سے بچا رہتا ہے اور اس کے لیے نیکیاں اتنی ہی لکھی جاتی ہیں جتنی کرنے والے کے لیے (یعنی اعتکاف کرنے والا بہت سے نیک اعمال مثلاً جنازہ میں شرکت، مریض کی عیادت وغیرہ سے اعتکاف کی وجہ سے رکا رہتا ہے، ان اعمال کا اجر و ثواب اعتکاف کرنے والے کو کئے بغیر بھی ملتا رہتا ہے)۔ (ابن ماجہ)

خواتین کا اعتکاف

امت مسلمہ کا اتفاق ہے کہ مردوں کی طرح عورتیں بھی اعتکاف کر سکتی ہیں اور اگر عورت مسجد میں اعتکاف کرے تو بھی اس کا اعتکاف صحیح ہو جائے گا، مگر حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ او ردیگر علماء کرام نے فرمایا کہ عورتوں کے اعتکاف کے لئے مساجد کے بجائے گھر کی وہ خاص جگہ جو عموماً نماز وغیرہ کے لئے مخصوص

کر لی جاتی ہے زیادہ بہتر ہے۔ اس کے متعدد دلائل ہیں مگر اختصار کے مدنظر صرف صحیح بخاری کی ایک حدیث پیش خدمت ہے:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم آخری عشرہ میں اعتکاف کرتے تھے۔ میں آپ کے لیے (مسجد میں) ایک خیمہ لگادیتی اور صبح کی نماز پڑھ کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس میں چلے جاتے۔ پھر حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا نے بھی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے خیمہ نصب کرنے کی (اپنے اعتکاف کے لئے) اجازت چاہی۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے اجازت دے دی اور انہوں نے ایک خیمہ نصب کر لیا۔ جب حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا نے دیکھا تو انہوں نے بھی (اپنے لیے) ایک اور خیمہ نصب کر لیا۔ صبح ہوئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کئی خیمے دیکھے۔ دریافت فرمایا یہ کیا ہے؟ چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو (حقیقت حال کی) اطلاع دی گئی۔ اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اسے وہ اپنے لیے نیک عمل سمجھ بیٹھی ہیں۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس مہینہ (رمضان) کا اعتکاف چھوڑ دیا اور شوال کے آخری عشرہ کا اعتکاف کیا۔ (صحیح بخاری۔ باب اعتکاف النساء، حدیث نمبر ۱۸۹۶) غرضیکہ امہات المؤمنین کے مسجد میں اس طرح اعتکاف کرنے کو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے پسند نہیں فرمایا۔



حفظ قرآن کے انعامات

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان منقول ہے کہ: ”جس شخص نے قرآن مجید کو حفظ (یاد) کیا اور اس کے حلال اور حرام کو حرام جانا، حق بجانہ و تعالیٰ اس کو جنت میں داخل فرمائیں گے اور اس کے گھرانے میں دس آدمیوں کی شفاعت قبول فرمائیں گے جن پر جہنم واجب ہو چکی تھی۔“

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مردی ہے کہ: ”جو لوگ اللہ کے گھروں میں سے کسی گھر یعنی مسجد میں کتاب اللہ کی تلاوت اور باہم اس کے سیکھنے کے لیے جمع ہوتے ہیں تو ان پر خصوصی تسلیم اترتی ہے، رحمت الہی انہیں ڈھانپ لیتی ہے، فرشتے انہیں گھرے میں لے لیتے ہیں اور اللہ جل شانہ اپنے مقرب فرشتوں میں ان کا تذکرہ فرماتے ہیں۔“ (صحیح مسلم)



نمازِ تراویح اور ہماری کوتا ہیاں

مفہی رفع الدین حنفی قاسمی

رمضان المبارک کا مہینہ سر اپارحمت و برکت والا مہینہ ہے، یہ گویا اللہ عزوجل کی جانب سے بندوں کے لیے نیکیوں کا موسم بہار ہے، اس میں ہر شخص اپنی وسعت اور ظرف کے مطابق اس کے انوار و برکات اور عبادات سے مستفید ہوتا ہے، اس ماہ مبارک میں اس قدر متنوع اور مختلف عبادتوں کے ذریعہ رب قدوس نے یہ چاہا کہ ان کے ذریعہ بندوں کی روحانی ترقی، اخروی نجات اور ان کے لیے اپنی رضا جوئی اور خوش نودی کا سامان بھم پہنچائے، بندہ اس ماہ مبارک کے ان مختلف الأنواع اور ہمہ جہت عبادتوں کے اہتمام کے ذریعے اپنے خالق کا بے انتہا تقرب حاصل کر لیتا ہے اور اپنے روحانی سفر کے ان تمام منزلوں کو بیک جست طے کر لیتا ہے جن کے سال کے گیارہ مہینے پیشتر مادی مصروفیات میں انہاک کی وجہ سے طے کرنے سے رہ جاتا ہے، اس ماہ مبارک کی متنوع اور ہمہ پہلو عبادتوں میں سے ایک مخصوص اور مہتم بالشان عبادت ”نمازِ تراویح“ بھی ہے، دن کا روزہ، رات کی تراویح یہ گویا رمضان المبارک کے دواہم جزو ہیں یعنی جہاں دن میں روزہ کا اہتمام ہو وہیں رات کی تراویح کی بھی پابندی کی جائے۔

ان دونوں کی اسی اہمیت و فوائدیت اور لازم و ملزم حیثیت کو اجاگر کرنے کے لیے دو ہم وزن الفاظ ”صیام و قیام“ کا احادیث میں استعمال کیا گیا ہے، صیام یعنی روزے اور قیام یعنی تراویح دونوں کا چولی دامن کا ساتھ ہے، اگر بنظر غائر دیکھا جائے تو رمضان المبارک کی ساری چکا چوندا اور اس کی نورانیت و برکت کا تصور ان دونوں کے بغیر ہو، ہیں سکتا اس لیے درج ذیل سطور میں تراویح کی فضیلت اور اس کے تعلق

سے معاشرہ میں پائی جانے والی کوتا ہیوں کی طرف نشان دہی کی جا رہی ہے تاکہ اس کے فضائل و فناص کی صحیح جائزگاری کے ذریعہ امت مسلمہ اس کی ادائیگی کا کما حقہ اہتمام کر سکے۔

تراویح کی شرعی حیثیت اور اس کے فضائل:

نماز تراویح سنت علی العین ہے، یعنی ہر شخص پر اس کی ذاتی حیثیت سے اس کا ادا کرنا سنت ہے، اس کے ترک پر وہ تارک سنت شمار ہوگا، البتہ جماعت کے ساتھ اس کی ادائیگی یہ سنت کفایہ ہے، یعنی اگر کچھ لوگ مسجد میں جماعت کے ساتھ تراویح کا اہتمام کر لیں تو اہل محلہ ترک سنت کے گناہ گار نہ ہوں گے بلکہ کچھ لوگ گھر میں بھی تراویح پڑھ لیں تو ادا ہو جائے گی؛ لیکن یہ لوگ مسجد اور جماعت کے ثواب سے محروم رہیں گے، اگر بالکلیہ مسجد میں تراویح کی جماعت نہ ہوتی ہو تو تمام اہل محلہ گناہ گار ہوں گے (فتاویٰ ہندیہ: 1/116)

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم خلافے را شدین ۃ بنین اور دیگر صحابہ کرام ۃ بنین سے رمضان المبارک میں پیش رکعت تراویح کا اہتمام تو اتر و تسلیل سے منقول ہے، بے شمار احادیث و روایات میں تراویح کے فضائل و برکات بیان کیے گئے ہیں۔ چنانچہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص رمضان المبارک کی راتوں کا قیام کرے (نماز تراویح ادا کرے) ایمان و تقین کے ساتھ تو اس کے اگلے اور پچھلے تمام گناہ معاف کر دیے جائیں گے (ریاض الصالحین: 345)

انہی سے ایک دوسری روایت اس طرح نقل کی گئی ہے کہ: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم رمضان کی راتوں کے قیام یعنی تراویح کی خوب ترغیب دیا کرتے تھے (ریاض الصالحین: 435)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی حیات مبارکہ میں تراویح کا مکمل اہتمام تو نہیں کیا؛ بلکہ حضن چند رات آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے تراویح کی ادائیگی کا ذکر روایات میں ملتا ہے، حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کی روایت میں اس کی وجہ یہ بتلائی گئی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب صحابہ ۃ بنین کے ذوق و شوق اور ان کے تراویح میں جو ق در جو ق شرکت کو دیکھا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کی فرضیت کا اندریشہ ہوا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یوں فرمایا: مجھے تمہارے اس شوق کو دیکھ کر اس کی فرضیت کا اندریشہ ہونے لگا ہے اگر تم پر فرض کر دی جائے تو پھر تم اس کو ادا نہ کر پاؤ گے؛ لہذا تم لوگ اس کو اپنے گھروں میں پڑھا کرو (مشکوٰۃ: 114)

آپ ﷺ نے ایک دفعہ چند صحابہؓ کو مسجد نبوی کے ایک کونے میں حضرت ابی بن کعبؓ کی اقتداء میں تراویح ادا کرتے دیکھا تو ان کی تعریف و تحسین فرمائی (حیات الصحابة: 3/219)

آپ ﷺ کی اجتماعی طور پر تراویح کی ممانعت کے بعد حضرات صحابہؓ متفرق طور پر تراویح پڑھتے رہے، پھر جب حضرت عمرؓ نے اپنے دور خلافت میں یہ دیکھا کہ لوگ متفرق طور پر مختلف جماعتوں کی شکل میں تراویح ادا کر رہے ہیں، آوازوں میں آپؓ میں تکرار کی وجہ سے مسجد میں ایک قسم کے شور و غوغای کی کیفیت ہو رہی ہے تو آپؓ نے ان تمام لوگوں کو حضرت ابی بن کعبؓ کی اقتداء میں مجتمع فرمادیا، وہ انہیں میں رکعت تراویح پڑھایا کرتے تھے۔

حافظ ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ فتاویٰ تیمیہ میں تحریر فرماتے ہیں کہ: یہ ثابت شدہ امر ہے کہ حضرت ابی بن کعبؓ رضی اللہ عنہ رمضان المبارک میں لوگوں کو میں رکعت تراویح اور تین رکعات و تر پڑھایا کرتے تھے، پس اکثر علماء نے میں رکعت تراویح کو سنت نبوی قرار دیا ہے کیوں کہ حضرت ابی بن کعبؓ حضرات مہاجرین و انصار کی موجودگی میں میں رکعت پڑھاتے تھے کسی نے بھی اس فعل پر انکار نہیں کیا، اگر میں رکعت تراویح ثابت نہ ہوتی تو مہاجرین و انصار ضرور اعتراض کرتے (فتاویٰ تیمیہ: 1/191، حکوالم فتاویٰ رحیمیہ: 4/400)

حضرات صحابہؓ کے اس فعل کی موافقت اور تائید کی؛ بلکہ اسی طرح پابندی کے ساتھ پڑھتے رہے یہاں تک کہ حضرت علیؓ نے تو حضرت عمرؓ کی وفات کے بعد ان کے اس فعل پر تعریف کی اور ان کے حق میں کلماتِ خیر کہے کہ اللہ تعالیٰ عمرؓ کی قبر کو ایسے ہی نور سے بھر دے جیسا کہ انہوں نے مساجد کو قرآن کے نور سے بھر دیا (حیات الصحابة: 3/221، عربی)

تراویح چند قابل اصلاح بہلو:

کسی بھی عمل کی اصل روح اس کے اصول و آداب کی رعایت ہوا کرتی ہے، اصول و آداب کے لحاظ کے بغیر اس عمل کی حیثیت جسد بے جان کی مانند ہوا کرتی ہے جسے گھر کی چہار دیواری سے لے جا کر کسی ویرانے میں سپردخاک کیے جانے ہی کو عافیت اور اس کے مضر اثرات سے بچاؤ تصور کیا جاتا ہے اس لیے کسی بھی عمل کے عند اللہ مقبولیت کے لیے اس کے آداب کی رعایت اصل ہے، ان شرائط و آداب کی عدم

رعایت ہی کو کوتاہی سے تجیر کیا جاتا ہے، مرور زمانہ کے ساتھ جہاں دیگر اعمال میں کوتاہیاں ہونے لگی ہیں، اسی طرح کی کوتاہیاں تراویح کی تعلق سے بھی ہونے لگی ہیں، اس میں بعض کوتاہیاں تو وہ ہیں جسے انسان کی آرام پسند اور راحت طلب طبیعت نے ایجاد کیا ہوا ہے اور بعض رسم و رواج کی شکل میں معاشرہ میں درآئی ہیں۔

(1) رمضان المبارک میں عشاء کے بعد مساجد میں تراویح سنانے کا اہتمام ہوتا ہے، اسے لوگوں نے بجائے عبادت کے ایک رسم بنایا کہ رکھ دیا ہے، دیکھتے پھرتے ہیں کہ کس مسجد میں کتنا جلد قرآن ختم ہو رہا ہے، حیرت ہوتی ہے کیا نوجوان، کیا بوڑھے اکثر مسلمان پانچ روزہ، دس روزہ، پندرہ روزہ تراویح میں قرآن پاک سن کر چھٹی کر دیتے ہیں حالانکہ تراویح میں صرف قرآن کا سن لینا کافی نہیں ہے، جہاں تراویح میں ایک مکمل قرآن کا سننا ایک علیحدہ سنت ہے، وہیں رمضان کی تیس دن کی تراویح بھی ایک مستقل سنت ہے، فتاویٰ ہندیہ میں ہے: اگر انہیں یا بیس کو ختم قرآن ہو جائے تو بقیہ مہینہ کی تراویح نہیں چھوڑی جائے گیاں لیے کہ پورے ماہ کی تراویح سنت ہے (فتاویٰ ہندیہ: 1/118)

(2) بہت سے نوجوان جو تراویح میں شرکت کرتے ہیں، وہ امام کے تراویح کی پہلی رکعت میں قراءت کے انتظار میں بیٹھے رہتے ہیں، جس وقت امام پہلی رکعت کے روکع کے لیے تکمیر کرتا ہے تو جھٹ سے اس میں شرکت کر لیتے ہیں؛ حالاں کہ نماز میں اس طرح کی سستی اور کاملی کا اظہار یہ مسلمان کا شیوه نہیں ہو سکتا، یہ تو منافقین کا شعار ہے، جس کے تعلق سے ارشاد خداوندی ہے: "وإذا قاموا إلى الصلاة قاموا كمالاً" (شامی ذکریا: 2/449) جب یہ لوگ نماز کے لیے کھڑے ہوتے ہیں تو کاملی کا مظاہرہ کرتے ہیں۔

(3) بہت سے حفاظ رمضان المبارک کی تراویح میں اس قدر تیزی اور روانی کے ساتھ پڑھتے ہیں کہ نہ مخارج کی ادائیگی کی صحت کا لحاظ ہوتا ہے اور نہ پڑھا جا رہا قرآن مصلیوں کے کچھ پلے پڑھتا ہے، اس پر طرہ یہ کہ لوگ ایسے ہی حافظ کو بہتر سمجھتے ہیں جو غلط سلط پڑھ کر بہت جلد قرآن ختم کر دے خواہ اس کا روکع، سجدہ، قومہ، جلسہ، سنت کے مطابق اور تعمیل ارکان کے لحاظ کے بغیر ہی کیوں نہ ہو، اس طرح قرآن کا پڑھنا قرآن کے ادب کے منافی ہے جو بجائے ثواب کے سبب معصیت اور گناہ بن جاتا ہے، چنانچہ درختار میں ہے یعنی قرآن میں منکرات سے بچے یعنی جلدی پڑھنے، اعوذ باللہ، لسم اللہ اور اطمینان کے

چھوڑنے سے۔ (زکر یا: 2/499)

(4) بہت سی مساجد میں رمضان میں شبینوں کا اہتمام کیا جاتا ہے، وہ بھی کراہت سے خالی نہیں؛ اس لیے کہ اول تعلق باجماعت میں قرآن پڑھا جاتا ہے اور نفل باجماعت دو تین مقتدیوں سے زائد ہوتا مکروہ تحریکی ہے (شامی زکر یا: 2/500) اگر تراویح میں شبینہ یعنی ایک روز میں ختم قرآن ہو تو یہ بھی مفاسد سے خالی نہیں؛ اس لیے عموماً یہ شبینوں کے اہتمام میں ریاء و نمود کا مظاہرہ ہوا کرتا ہے، اس میں کچھ حضرات امام کے پیچھے کھڑے ہوتے ہیں۔

ورنہ اکثر ویژتوں سیر پائی، تفریح، گفتگو، کھانے پکانے کے انتظامات میں لگے رہتے ہیں، جس کی وجہ سے قرآن اور جماعت کی بے احترامی لازم آتی ہے اور بہت سوں کی تراویح بھی چھوٹ جاتی ہے، حفاظ میں صاف اور صحیح کے ساتھ پڑھنے کا اہتمام بھی نہیں ہوتا ہے، بے جاروشی کے استعمال اور لوڈ اپسیکر کی بے ہنگم آواز کی وجہ سے جہاں اسراف اور فضول خرچی لازم آتی ہے، وہیں اس شور و شغب کی وجہ سے پاؤں کے لوگوں کے آرام اور عبادت میں بھی خلل واقع ہوتا ہے، الغرض ان مجموعی مفاسد کی وجہ سے شبیہ کا اہتمام کراہت سے خالی نہیں۔

(5) تراویح میں آج کل ایک رواج یہ بھی دیکھنے کو ملتا ہے کہ تراویح کی ہر دو گانہ کے بعد تکبیر تشریق کے الفاظ اور چار رکعت کے بعد بالترتیب حضور اکرم اور خلفاء اربعہ کے نام لیے جاتے ہیں، یہ سب چیزیں خلاف سنت اور رواجی ہیں، جو قابلِ ترک ہیں، اسلیے کہ اولاً دو رکعت پر کسی قسم کا تردد ہے، ہی نہیں البتہ چار رکعت پر جو ترویج ہے اس میں محض اس قدر بلطفہ کا حکم ہے کہ تراویح بار خاطر نہ بن جائے، اس میں دعاء یا اجتماعی ذکر نہیں ہے؛ بلکہ لوگ انفرادی طور پر جو چاہیں ذکر، تلاوت کر سکتے ہیں یا خاموش بھی بلطفہ رہیں سب جائز ہے۔

(6) رمضان المبارک میں تراویح کے تعلق سے ایک کوتاہی یہ بھی ہوتی ہے کہ رمضان المبارک کا مہینہ آتے ہی حفاظ مساجد میں سرگرم عمل ہو جاتے ہیں کہ کہاں آمد فی کے زیادہ امکانات ہیں بلکہ اس مہینہ کو اپنی سال بھر کی آمد فی کا ذریعہ بنالیتے ہیں اور بقاعده رقمات طے کر کے مختلف مساجد میں قرآن پاک

سنے کا معہدہ کرتے ہیں، تراویح پڑھانے پر اجرت کے تعلق سے سمجھ لینا چاہیے کہ اصل حکم تو یہی ہے کہ طاعات پر اجرت کا لین دین درست نہیں، متأخرین نے بقاء دین کے پیش نظر چند چیزوں کو اس قاعدہ کلیہ سے مستثنی کیا ہے، ان پر اجرت لینے کی اجازت دی ہے جن میں تعلیم قرآن، اذان اور امامت شامل ہیں، نیز تراویح کی ادائیگی ختم قرآن پر موقوف نہیں "المتر" سے بھی پڑھی جاسکتی ہے اس لیے کہ اس میں دین کا ضیاع بھی لازم نہیں آتا جو استثناء کردہ چیزوں میں اجرت لینے کے جواز کی اصل وجہ ہے، آج کل لینے دینے کا جو طریقہ رائج ہے، اس میں گرچہ حفاظت کی طرف سے زبان سے اظہار نہیں ہوتا؛ لیکن ان کے دل میں حرص اور لامپ ضرور ہوا کرتی ہے اور مقتدیوں کو بھی دینے کی فکر رہتی ہے؛ لہذا بقاعدہ "المعروف بالمشروط" پر رواج کے درجے میں ہوا کرتا ہے، یہ بھی اجرت کے درجے میں ہو گا اس لیے یہ بھی کراہت سے خالی نہیں۔

تراویح کے تعلق سے یہ وہ چند کوتنا ہیاں ہیں جس پر توجہ اور اس کے ازالہ کے لیے کوشش ہونے کی ضرورت ہے تاکہ رمضان المبارک کی اس عبادت کے صحیح ثواب اور اجر کے مستحق بن سکیں اور یہ عبادت ہمارے لیے بجائے ثواب کے عقاب اور سزا کی سزاوار نہ بنادے (ولله التوفیق)



بِحَمْدِ مُعْتَدِلِ الْتَّقْوَىٰ

کی جانب سے واٹس ایپ (Whatsapp) پر

روزانہ حدیث

کا سلسلہ حب اری ہے

آپ گھنی اپنے واٹس ایپ پر روزانہ حدیث حاصل کر سکتے ہیں۔

روزانہ حدیث حاصل کرنے کے لیے اپنے واٹس ایپ سے
TAQWA
لکھ کر 03222333224 پر جیسے۔

+92-3-222-333-224 www.darultaqwa.org Ijamiadarultaqwa
Mufti Online +92-300-4113082 itta4u@yahoo.com



پاکستان میں عدالتی نظام کی بہتری کے لیے تجویز

جناب عبداللہ عابد صاحب

(دوسری اور آخری قسط)

اس میں پھر اسیٹ کا حق بھی شامل ہے۔ اب سپریم کورٹ کے نج کے پاس انکوائریور میل پاور ہے۔ سپریم کورٹ نے بھی یہی کہا ہے کہ اس میں انداد و دہشت گردی کی جو دفعات تھیں ان کو ختم کر کے آپ نے غلط کیا ہے انہیں دوبارہ شامل کریں۔ میرے نزدیک عدالتی نظام میں بنیادی مسئلہ یہ ہے کہ یہاں نج ڈرائیونگ سیٹ پر نہیں بیٹھا ہوا۔ کچھ لوگ اعتراض کرتے ہیں کہ اگر نج کو آپ انکوائریور میل پاوردیں، تو اس کے نتیج میں یوں نقصان ہو سکتا ہے کہ نج منقسم مزاج ہو اور کسی پارٹی کے ساتھ اس کی نہ بنتی ہو، یہ خدشات ہیں، ظاہر ہے وہ بھی ہمارے معاشرے کا حصہ ہے جس میں اچھے بھی ہوتے ہیں اور بُرے بھی ہوتے ہیں۔ اس امکان کو روکنے کے لیے کوئی میکینزم ہونا چاہیے، دوسری جانب ایڈورسریل سسٹم میں بہت سارے نقص ہیں جو روز روشن کی طرح عیاں ہیں، اس کے باوجود ہم اس پر چل رہے ہیں۔

کچھ مسائل ایڈورسریل سسٹم میں ہیں اور کچھ مسائل انکوائریور میل سسٹم میں بھی ہوں گے۔ اگر آپ نج کو انکوائریور میل پاوردیں گے، سارے مقدمات جو استغاثہ کی کم زوری کی وجہ سے یا تقییشی کے ملزم کے ساتھ مل جانے کی وجہ سے جو مسائل پیش آتے ہیں وہ نہیں ہوں گے۔ ہاں اگر یہ سسٹم کوئی مسائل پیدا کر رہا ہے تو اسے روکنے کے لیے آپ کو کچھ اور اقدامات کرنا ہوں گے یہ تو فوجداری مقدمات کا معاملہ ہے۔ دیوانی مقدمات لوگوں کو دیوانہ بنادیتے ہیں۔ ہمارے پاس جو ضابط دیوانی ہے وہ انگریزوں

نے 1908 میں بنایا تھا۔ آج 2018 ہے، اسے 110 سال ہو گئے ہیں۔ درمیان میں چند ایک اصلاحات ہوئی ہیں لیکن اس پورے دیوانی ضابطے کی اور ہانگ کی ضرورت ہے۔

انگریزوں نے ہمیں جو دیوانی نظام دیا تھا اس ضابطے کا مقصد مقدمے کا خاتمہ نہیں بلکہ اسے لٹکانا ہے، کا ز آف ایشن اس میں اتنے لوگوں کو حاصل ہوتا ہے کہ جو مقدمہ اصلاً دفر یقون کے درمیان ہوتا ہے، اس میں آٹھ، دس مزید شامل ہو جاتے ہیں، اور پھر ان فریقون کی وجہ سے معاملہ مزید لٹک سکتا ہے۔ اس میں مقدمے کے التواء کے اس قدر راستے ہیں کہ آپ سوچ نہیں سکتے۔ اس طرح کے بہت سارے مسائل عدالتی نظام میں ہیں۔ مقدمات میں تاخیر کا ایک بہت بڑا سبب وکلاء ہیں، سب سے زیادہ ذمہ دار طبقہ وکلاء کا ہے، وکیل کی روزی روٹی مقدمے کے ساتھ وابستہ ہے، یہ معاملہ سودخور کبھی نہیں چاہے گا کہ اس کا قرضہ ادا ہو۔ اگر قرضہ ادا ہوا تو اس کی آمدنی رک جائے گی۔

بہر حال تمام وکیل ایسے نہیں ہوتے۔ ایسا بھی ہوتا ہے کہ اگر مقدمہ لٹکا رہے تو خود وکیل کی روزی روٹی خطرے میں پڑ جاتی ہے کہ تم مقدمہ حل نہیں کر سکتے تو بندہ آپ کے پاس کیوں آئے، ظاہر ہے کہ فیصلہ ہونے میں بھی اس کی بہتری ہوتی ہے۔ بالخصوص سنیز و کیلوں کے ساتھ یہ بڑا سنگین مسئلہ بن جاتا ہے، لوڑ کورٹ میں مقدمہ چل رہا ہوتا ہے اور اس کا اسٹینٹ وکیل کورٹ میں آ جاتا ہے کہ وکیل صاحب کسی اور مقدمے میں ہائی کورٹ میں ہیں، اگر وکیل قد آور ہو تو نج بے چارہ کچھ نہیں کر سکتا، اگر وہ کچھ کرنے کی کوشش کرے تو بار کی سیاست نے انتہائی جارحانہ شکل اختیار کی ہوئی ہے۔ اس کے نتیجے میں جوں کے کروں کو تالا لگا دیا جاتا ہے، نج پر حملہ بھی ہوتے ہیں، نج کے ٹرانسفر کے مطالبے بھی شروع ہو جاتے ہیں۔

سچی بات یہ ہے کہ لوڑ کورٹ میں جوں کی بہت بڑی حالت ہوتی ہے۔ بار کی جانب سے ان پر بہت زیادہ پریشر ہوتا ہے، بار کے پیشہ کل لیڈرز وکیل کم اور سیاسی راہ نماز زیادہ ہوتے ہیں۔ انتخاب چوہدری صاحب کے دور میں وکلاء کو طاقت ملی ہے، اس کے نتیجے میں یہ سب کچھ ہوا ہے۔ اس کا نقصان یہ ہے کہ لوڑ کورٹ کے ججز کی پوزیشن بہت زیادہ کم زور ہو گئی ہے، حتیٰ کہ اب توہائی کورٹ کے ججز کو اس قسم کے رویہ کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ میرے نزدیک مقدمات کی تاخیر میں ایک تو ہمارے پرویزجر لاز ہیں اور دوسرے

وکلاء، ایک اور بھی سبب ہے جسے عام طور پر لوگ نہیں دیکھتے۔ اگر یزوں نے یہ تو کیا کہ صوبے کی سطح پر ہائی کورٹ، ڈسٹرکٹ کی سطح پر دیوانی مقدمات میں ڈسٹرکٹ نجج اور فوجداری مقدمات میں سیشن نجج، یعنی فوجداری مقدمات میں مجسٹریٹ اور دیوانی مقدمات میں سول نجج لگادیا۔

سترسال ہو گئے ہمیں آزاد ہوئے، ہم اسے مزید گراس روٹ پر نہیں لے جاسکے۔ اگر ہم یونین کونسل کی سطح تک عدالتی نظام کو لے جائیں اور یونین کونسل کی سطح پر چھوٹے مقدمات جن کا فیصلہ ایک یادو ساعتوں میں ہو جانا چاہیے وہ ایک لوکل مسئلہ ہوتا ہے گواہ بھی وہیں ہوتے ہیں فریقین بھی وہیں ہوتے ہیں اور اسی یونین کونسل میں آپ کسی وکیل کو فیصلہ کرنے کا اختیار دے دیں، وکیل کرنے کی اجازت نہ دیں تو سول ججز پر جو بہت زیادہ بوجھ ہوتا ہے کم ہو جائے گا اور بہت سارے وکیل جو وکالت کرنے کے بعد ڈسٹرکٹ کورٹ میں بیٹھے ہوتے ہیں وہ یونین کونسل کے مقدمات کا فیصلہ کریں گے اور ان کی روزی روٹی کا مسئلہ بھی حل ہو جائے گا۔

مقدمات کے جلد فیصلوں کے لیے لیگل ایجوکیشن کو بہتر کیا جائے، بار پوپیلیکس کو کنٹرول میں کیا جائے، وکیل اپنے پروفیشن کی طرف توجہ کریں اور ججز بھی اپنا کام کریں۔ پنجاب میں لاہور ہائی کورٹ کے چیف جسٹس (جواب پریم کورٹ میں آچکے ہیں) منصور علی شاہ نے اے ڈی آر (آلٹرنیٹو ڈسپوٹ ریزویشن) پر توجہ کی، انہوں نے ججز کو بھی اے ڈی آر پر لگایا، اس کا مطلب ہی تبادل ہے۔ اس کا مطلب ہے، آپ نے ایک اعتراف کر لیا کہ آپ کا اصل عدالتی نظام کام نہیں کر پا رہا۔ یہی وجہ ہے کہ آپ تبادل کی طرف جا رہے ہیں، اور تبادل نظام میں بھی آپ انہی جوں کو بٹھا رہے ہیں، بہر حال اے ڈی آر ہونے چاہیں البتہ اس کے لیے میکنزم بھی ہونا چاہیے، اسی کے نتیجے میں آپ عدالتوں پر بوجھ کم کر سکتے ہیں۔

ہمارے ہاں پنچاہیت اور جرگہ کا یہ فائدہ ہوتا ہے کہ کئی کئی سال مقدمہ لٹکنے کی بجائے جلدی فیصلہ ہو جاتا ہے۔ اس میں کچھ تینکنکی مسائل بھی ہوتے ہیں جنہیں مناسب نگرانی کے ذریعے کنٹرول کیا جاسکتا ہے، دنیا اس نتیجے پر پہنچ گئی ہے کہ عدالتوں میں آکر فیصلے کرنے کا معاملہ کم سے کم ہونا چاہیے، صرف

عدالتوں میں نہیں بلکہ عدالتوں کے باہر جو مختلف فورمز ہیں ان میں بھی تبدیلی کی ضرورت ہے۔ لوگوں نے جرگوں اور پنچایت کا ہوا بنا لیا ہے لیکن اسی کو آپ اے ڈی آر کے طور پر لے جائیں تو لوگ مان جاتے ہیں۔ جدید شیکناوجی کا استعمال شروع تو ہوا ہے لیکن ہم ابھی بہت چیچے ہیں، اس میں بہت زیادہ کام کی ضرورت ہے، آپ جتنا زیادہ جدید شیکناوجی کا استعمال کرتے جائیں گے تو اس کے قائل ورک کو منیج کرنا بھی آسان ہو جاتا ہے۔

ویڈیو شہادت ماننے کا مسئلہ بہت حد تک حل ہو چکا ہے، ہمارے قانون شہادت میں اس میں سے کچھ باتیں قبول بھی کی ہوئی ہیں، مثلاً سائبر کرام، الیکٹرائیک کرام کے حوالے سے، لیکن ظاہر ہے شیکناوجی دودھاری تواری ہے، متحرک تصویر میں بھی بہت کچھ کی بیشی کی جاسکتی ہے اور یہ ثابت ہو چکی ہے۔ ویڈیو شہادت کو قبول کیا بھی جاتا ہے لیکن اس میں احتیاط والی بات ہی ہے۔ چون کہ نجح ہر چیز کا ماہر تو نہیں ہوتا اگر میڈیکل کا کوئی ایشو ہے تو نجح ڈاکٹرنہیں ہوتا، اس معاملے میں وہ میڈیکل رپورٹس طلب کرتا ہے اور ان پر اعتماد کرتا ہے کہ آدمی پاگل ہے یا پاگل بن ہوا ہے۔

یہی بات اس معاملے میں بھی آپ کر سکتے ہیں کہ اس فیلڈ کے ماہرین کی رائے پر اعتبار کر سکتے ہیں صرف آڈیو یا صرف ویڈیو کو بذات خود تسلیم نہیں کیا جاسکتا، اس کے ساتھ ماہر کی رائے ہونی چاہیے۔ جہاں تک ڈی این اے کا معاملہ ہے وہ بھی ایک ماہر کی رائے ہوتی ہے، ورنہ ڈی این اے بذات خود تو کچھ نہیں کہہ سکتی، لیبارٹری کی رپورٹ سامنے رکھنے کے بعد، سائنسی تجزیہ کرنے کے بعد معلوم ہوتا ہے کہ یہ فلاں کی ہے، جس طرح فنگر پرنس میں چیک کیا کرتے تھے کہ یہ فنگر فلاں کی ہیں یا نہیں ہیں۔ لیکن اس میں بھی انسان اسے سمجھنے میں غلطی کر سکتا ہے بعض اوقات نادانستہ ہوتی ہے اور بعض اوقات دانستہ ہوتی ہے اور غفلت بھی ہو سکتی ہے۔

ہمارے ہاں تو یہ چیزیں بھی ہوتی ہیں کہ دو ڈی این اے سیمپلز مکس اپ بھی ہو سکتے ہیں، اس لیے نہیں کہا جاسکتا کہ یہاں سب کچھ آئیڈیل ہے۔ بعض معاملات میں ڈی این اے کو قبول کیا جاسکتا ہے اور بعض معاملات میں نہیں، مثلاً ریپ کے معاملے میں ڈی این اے ہو گا بالخصوص جب یہ معلوم کرنا ہو کہ

ریپ کے نتیجے میں حاملہ ہونے والی خاتون کا بچہ ریپ کرنے والے کا ہے یا نہیں، لیکن زنا کی سزا کے معاملے میں ڈی این اے قبول نہیں کیا جائے گا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ زنا کا الزام بہت بھاری الزام ہوتا ہے اور شریعت نہیں چاہتی کہ لوگ ایک دوسرے پر یہ الزام لگاتے پھر میں، شریعت یہ چاہتی ہے کہ لوگوں پر پردہ رہے۔ شریعت یہ کہتی ہے کہ اگر آپ کے پاس چار گواہ ہیں تو آپ عدالت میں آسکتے ہیں ورنہ آپ خاموش رہیں۔ فقہا کہتے ہیں کہ مسلمان پر لازم ہے کہ وہ حق کی گواہی دے لیکن جہاں تک زنا کا معاملہ ہے، وہاں آگے بڑھنے کی بجائے گواہی کے لیے نہ آنا باعث ثواب ہے۔ اصلاً شریعت چاہتی ہے کہ یہ معاملہ عدالت میں نہ آئے تو اس وجہ سے ڈی این اے باقی معاملات میں قبول ہو سکتی ہے لیکن زنا کے معاملے میں نہیں۔

جبوں کے مقابلے ریمارکس اور تقاریر کا معاملہ خاصاً سنگین ہو چکا ہے۔ اس کے کئی پہلو ہیں۔ یہاں یہ مسئلہ اس لیے محسوس ہوتا ہے کہ لوگ یہ کہتے ہیں کہ نج فیصلوں کے ذریعے بولتے ہیں، ان کے ذہن میں برطانوی نظام کا نج ہوتا ہے جو خاموش بیٹھتا ہے۔ وہ ایڈورسیل سسٹم کا نج ہوتا ہے، اسے صرف فریقین کو دیکھنا ہے اور ان کی باتوں کو سمنا اور نوٹ کرنا ہے اور پھر فیصلے کے ذریعے بولنا ہے، جہاں نج انکو ٹریوریل پاور رکھتا ہے وہاں نج بولتا ہے، حتیٰ کہ آپ کے قانون شہادت میں نج کے سوال کرنے کا اختیار بھی موجود ہے، لورکورٹ کے نج کو بھی یہ اختیار حاصل ہے لیکن وہ بے چارہ وکیل کے سامنے بول بھی نہیں سکتا، وہ اگر سوال کرنے لگتا ہے تو اس کے لیے کوئی اور مسئلہ کھڑا ہو جاتا ہے۔ اسے اختیار حاصل ہے کہ وہ کوئی بھی سوال کسی بھی فریق سے پوچھ سکتا ہے، جب وکیل کوئی شہادت پیش کرتے ہیں تو ان کے بارے میں یہ شرط ہے کہ وہ کیس سے متعلق ہو، وکیل غیر متعلقہ چیز عدالت میں پیش نہیں کر سکتا، لیکن نج جب سوال کرے گا تو اس پر متعلق ہونے کی شرط نہیں لگائی جا سکتی۔

سپریم کورٹ اور ہائی کورٹ کے جبوں کے پاس سوال کرنے کا اختیار ہوتا ہے۔ بالخصوص دستوری معاملات میں، اس معاملے میں وہ زیادہ سے زیادہ سوالات کر سکتے ہیں۔ لیکن جائز تماشا یوں اور میڈیا کو خوش کرنے کے لیے میڈیا کے ذریعے لوگوں کو مخاطب کرنے کے لیے ایسا نہیں کر سکتے، یہ سلسلہ پچھلے دس

پندرہ سالوں کے دوران چل پڑا ہے، جیسے ججز محسوس کرتے ہیں کہ انہیں بھی عوام کو مخاطب کرنا چاہیے یہ نہیں ہونا چاہیے، لیکن اصولی طور پر نج کے پاس سوالات کرنے کا اختیار بھی ہے اسے کرنا بھی چاہیں۔

اگر ججز کی تعداد کا معاملہ سپریم کورٹ سے متعلق ہے تو یہ مسئلہ ہے، امریکا میں سپریم کورٹ کے سات ججز ہوتے ہیں لیکن وہاں کی سپریم کورٹ کے سامنے کیسز بہت کم آتے ہیں، وہ صرف آئینی مقدمات ہوتے ہیں، ہمارے ہاں سپریم کورٹ اپیل کورٹ بھی ہے، کریمنل کیسز، سول کیسز اور بعض اوقات فیملی کیسز بھی اس کے پاس آ جاتے ہیں، ان کیسز کا بہت بوجھ ہوتا ہے۔

دوسرा آئینی مقدمات پچھلے کچھ عرصہ سے بہت زیادہ آ رہے ہیں، اس حوالے سے ایک تجویز کو سنجیدگی سے لینا چاہیے کہ آئینی عدالت کی حیثیت سے سپریم کورٹ کو الگ حیثیت دی جائے اور کورٹ آف اپیل کے طور پر سپریم کورٹ بالکل ایک مختلف کردار ادا کرے۔ تقسیم کا راس طرح ہو جائے کہ سپریم کورٹ کو ہم آئینی عدالت کہیں، وہ صرف آئینی مقدمات لے اور کورٹ آف اپیل کے طور پر بالکل ایک الگ عدالت ہو، ظاہر ہے اس پر ججز بھی بھی خوشی آمادہ نہیں ہوں گے، کوئی بھی اختیارات سے محروم نہیں ہونا چاہتا، لیکن آج یا کل ایک نہ ایک دن ہمیں اس پر سوچنا تو پڑے گا۔ ججز کی تقریری اور ہٹانے کے قانون میں تبدیلی کی گنجائش موجود ہے۔ ہمارے ججز کے پاس وہ سارے اختیارات ہیں جو امریکا کی سپریم کورٹ کے ججز کو حاصل ہیں، لیکن ہمارے ججز پر احتساب کا وہ نظام نہیں ہے جو امریکا میں ہے۔ وہاں ججز کی تقریری صدر کرتا ہے لیکن ان کی توثیق سینیٹ کرتی ہے۔

وہاں کے ججز ساری عمر کے لیے ہوتے ہیں اگر کوئی از خود ریٹائر ہونا چاہے تو وہ الگ بات ہے، لیکن ان کو سپریم کورٹ مواد خذہ کی صورت میں ہٹا سکتی ہے۔ ہمارے ہاں نظام یہ ہے کہ ججز کا تقرر بھی ججز کرتے ہیں اور انہیں ہٹاتے بھی ججز ہی ہیں، جو پارلیمانی کمیٹی ہے وہ بے چاری کچھ نہیں کر سکتی۔ چیف جسٹس نام پیش کرتا ہے، جوڈیشل کمیٹی اسے ڈسکس کرتی ہے۔ اس کے بعد پارلیمانی کمیٹی کے سامنے پیش کیا جاتا ہے۔ یقیناً ہم نے ایک عام شہری کو یہ اختیار دے دیا ہے کہ وہ کسی نج کے خلاف سپریم جوڈیشل کو نسل میں ریفرنس دائر کر سکتا ہے لیکن وہاں کارروائی ان کیمرا ہوتی ہے۔ سپریم جوڈیشل کو نسل نے اکا دکا

مٹالوں کے علاوہ کبھی کسی کو نہیں ہٹایا۔ اس وجہ سے انہیں ایک مکمل شیلڈ حاصل ہے۔ ججز کی تقریری اور انہیں ہٹانے کے لیے امریکی مثال کو اختیار کرنا چاہیے۔

سینیٹ میں تجربہ کار لوگ ہوتے ہیں، جب یہ اختیار آپ سینیٹ کو دیں گے تو لوگ سینیٹر زون منتخب کرنے میں بھی احتیاط کریں گے۔ اگر سینیٹ کے پاس ججز کو مقرر کرنے اور انہیں ہٹانے کا اختیار ہو تو کم از کم ججز پر چیک کا ستم لا گو ہو جائے گا۔ ججز کو کسی چیک سے ماوراء نہیں ہونا چاہیے، جس طرح فوجی جرنیلوں کو کسی چیک سے ماوراء نہیں ہونا چاہیے، ہاں! آپ شرائط لگا سکتے ہیں کہ فلاں فلاں الزامات ہوں تو ججز کو ہٹایا جا سکتا ہے اور اسی طرح ججز کی تعیناتی کو شفاف بنانے کے لیے آپ کچھ شرائط رکھ سکتے ہیں۔

ضروری نہیں کہ ہم امریکا کی مثال کو ہبہ نقل کریں، ہم اپنے معاشرے کو دیکھتے ہوئے اس میں مناسب تبدیلیاں کر سکتے ہیں۔ مقدمات کی تاخیر میں پولیس کا بہت اہم کردار ہوتا ہے، خابطہ فوجداری کے تحت پولیس ہی چالان پیش کرتی ہے، اگر وہ کہے کہ ہمیں مزید تفتیش کرنی ہے بندہ مزید ہماری حوالگی میں دے دیں تو اسے ہم پولیس ریمانڈ کہتے ہیں۔ وہ چودہ دن تک اپنے پاس رکھتے ہیں اور اس کے بعد آتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہمیں مزید چودہ دن دے دیں اور اس طرح سلسلہ چلتا رہتا ہے۔

ہمارے باں یہ سمجھا جاتا ہے کہ ریمانڈ میں دینے کا مطلب ملزم کی کھال کھینچ لینے کا اختیار دینا ہے، حالانکہ قانون میں ایسا کچھ نہیں ہے، اسی طرح پولیس کے پاس یہ سہولت بھی ہوتی ہے کہ وہ اس کے ساتھ لیں دین کر کے کم زور سا چالان پیش کر دے، آگے کی ساری کہانی اس چالان پر منحصر ہے، چالان میں جو اشوری بیان کی گئی اسی کو استفادہ کو ثابت کرنا ہے، یوں وکیل صفائی کا کام آسان ہو جاتا ہے کیوں کہ ملزم کے بارے میں یہ مفترضہ ہوتا ہے کہ وہ جرم ثابت ہونے تک معصوم ہے۔

اگر چالان کم زور ہے تو نج کے پاس کوئی چارہ نہیں کہ وہ اسے بری کر دے، چاہے باعزت بری کرے چاہے شک کا فائدہ دے کر بری کر دے۔ بعض اوقات لوڑ کورٹ سزا دے دیتی ہے لیکن ہالی کورٹ اس میں تخفیف کر دیتی ہے اور پریم کورٹ تک جاتے جاتے کیس کم زور ہو جاتا ہے اور پریم کورٹ کو اسے چھوڑنا پڑتا ہے۔ یہ جو فوجی عدالتوں کی مثال دی جاتی ہے۔ اس میں کہا جاتا ہے کہ عدالتیں دہشت

گردوں کو چھوڑ دیتی ہیں اور سزا نہیں دیتیں، لیکن اس میں اصل مسئلہ یہی ہوتا ہے کہ آپ صحیح تفتیش نہیں کرتے، صحیح چالان پیش نہیں کرتے، آپ اس سے تشدد کے ذریعے اعتراف کرا لیتے ہیں لیکن وہ عدالت میں آکر اپنے اعتراف سے انکاری ہو جاتا ہے، عدالت سے ایسے اعتراف کو نہیں مانتی، اگر آپ نے اگر اس کی فون کا لزیب کی ہیں اور وہ بھی قانونی اجازت کے بغیر کی ہیں تو غیر قانونی طریقے سے حاصل کی گئی شہادت کو عدالت کیسے قبول کر سکتی ہے، لیکن اگر آپ عدالت سے اجازت لینے کی بات کریں کہ ہم فلاں بندے کا فون ٹیپ کر لیں پھر ہماری ایجنسیاں تو یہ بات نہیں مانتیں، ایسے میں عدالت اس شہادت کو کیسے قبول کر سکتی ہے جو قانونی طور پر ناجائز ہے۔

آپ کہتے ہیں کہ ہمیں معلوم ہے کہ اس نے جرم کیا ہے لیکن آپ کو تو عدالت میں اسے ثابت کرنا ہے۔ پھر انہوں نے کہا کہ ہم ملٹری کورٹس بنالیتے ہیں، انہیں وہاں سے سزادلا دیں گے لیکن آپ دیکھیں کہ اڑھائی سالوں میں ملٹری کورٹس نے کتنے لوگوں کو سزا نہیں دی ہیں، آپ یہ اعداد و شمار کٹھے کر لیں کہ وہاں کتنے مقدمات آئے ہیں اور کتنے مقدمات کا فیصلہ ہوا ہے تو آپ کو خود معلوم ہو جائے گا کہ سارا معاملہ ہی غلط تھا، گنتی کے چند مقدمات وہاں گئے اور ان میں بھی فیصلے نہیں ہو پائے۔

اگر آپ پروٹیکشن آف پاکستان ایکٹ پڑھیں تو آپ کو معلوم ہو جائے گا وہاں شہادت اور سزا کا کوئی ذکر نہیں ہے، سارا قانون صرف اس مقصد کے لیے بنایا گیا کہ ہم بندوں کو اپنی حرast میں رکھیں اور کوئی ہمیں نہ پوچھئے کہ کہاں رکھا ہے اور کیوں رکھا ہے۔ عدالتی فیصلوں پر ضرور تنقید ہونی چاہیے دنیا کے تمام مہذب ممالک میں یہ حق مانا گیا ہے بالخصوص قانون پڑھانے والوں اور قانونی ماہرین کی ذمہ داری بنتی ہے کہ وہ مقدمات کے فیصلوں پر تفصیلی تنقید کریں اور ان کی اچھی اور بری باتوں کا جائزہ لیں۔

امریکی سپریم کورٹ کے مشہور بحث جسٹس اولیور ہومز نے امریکی سپریم کورٹ کے ایک مشہور فیصلے میں اختلافی نوٹ لکھا، اس میں ایک بڑا دلچسپ جملہ لکھا کہ مشکل مقدمات کی طرح بڑے کیسز کے نتیجے میں جو قانون سامنے آتا ہے وہ بہت برا ہوتا ہے۔ بڑے کیسز سے مراد وہ جن میں ججز پر بہت زیادہ دباؤ ہوتا ہے، جو میڈیا پر بہت زیادہ نمایاں ہوئے ہیں جن سے لوگوں کو بہت زیادہ توقعات وابستہ ہوں، جب

ان کیسز کافیلہ کیا جاتا ہے تو ہومز کے بقول وہ سمجھ فیصلہ نہیں ہوتا، ہاروڑ کے ایک پروفیسر کی کتاب نامہ میں یہی ہے کہ بڑے مقدمات برے قانون کو جنم دیتے ہیں، اس کتاب میں انہوں نے امریکا کے چندیں بڑے بڑے کیسز کو جمع کر کے تجزیہ کیا کہ ان کے نتیجے میں جو قانون بنے وہ سمجھ تھے یا خطا۔ انہی تجزیےں اور تبروں کے نتیجے میں قانون آگے بڑھتا ہے اور اصلاح کا موقع ملتا ہے۔

جہاں تک از خود نوٹس لینے کا معاملہ ہے، پس پر یہ کورٹ کے چیف جسٹس کے پاس یہ اختیار ہے کہ متعلقہ ادارے کسی چیز کو سمجھ طور پر نہیں لے رہے وہ چیف جسٹس آف پاکستان (چیف جسٹس آف پس پر یہ کورٹ نہیں) کے طور پر اسے سب پر سپروائزر کی حیثیت حاصل ہے وہ از خود نوٹس لے سکتا ہے اور یہ اس کی ذمہ داری بھی ہے۔

اسی طرح شریعت کورٹ کو بھی یہ اختیار دیا گیا ہے کہ اگر کوئی قانون شریعت سے متصادم ہے تو کوئی بھی اس قانون کو شریعت کورٹ میں چیلنج کر سکتا ہے کہ یہ شریعت سے متصادم ہے اس لیے اسے کا عدم قرار دیا جائے، اس پر شریعت کورٹ خود بھی نوٹس لے سکتی ہے۔

پس پر یہ کورٹ کے چیف جسٹس کو بنیادی حقوق کے معاملے میں یہ اختیار حاصل ہے لیکن ہر چھوٹے موٹے معاملے پر نوٹس لینے سے یہ اختیار غیر موثر ہو جائے گا پھر لوگ اس کی اہمیت کو نہیں سمجھیں گے۔ ایک نقصان یہ بھی ہوتا ہے کہ اگر آپ ہر معاملے میں نوٹس لینا شروع کر دیں تو متعلقہ ادارے اپنی ذمہ داریاں پوری کرنے سے غافل ہو جاتے ہیں اور لوگ بھی ہر معاملے میں عدالت کی طرف دیکھنا شروع ہو جاتے ہیں۔ یہ سموٹو کا لفظ ہر ایک کو پسند آگیا ہے، حتیٰ کہ بڑے بڑے وکلا بھی پس پر یہ کورٹ سے کہتے ہیں کہ وہ از خود نوٹس لیں۔

حالاں کہ انہیں پیش کرنا چاہیے، اگر آپ پس پر یہ کورٹ میں آتا چاہتے ہیں تو آپ کو پیش دائر کرنے کا اختیار حاصل ہے۔

بشكريہ یا یک پر یہ سندے میگزین (11 فروری 2018ء)



زکوٰۃ

اشیخ ولی خان مظفر

زکوٰۃ اسلام کا بنیادی رکن ہے، قرآن و حدیث میں اسکے فرض ہونے کے قطعی دلائل و افر مقدار میں موجود ہیں، عقیدہ اس کا انکار کرنے والا مرتد (کافر) ہے، اور بخل کی وجہ سے نہ دینے والا مجرم کبیر ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رض سے روایت ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”جس مال کی زکاۃ ادا نہیں کی گئی، وہ قیامت کے دن گنجے سانپ کی صورت اختیار کرے گا، جو اپنے ماںک اور سیٹھ کو دوڑائے گا، وہ بھاگ کر جب تھک جائے گا، تو اپنی انگلیاں اس کے منہ میں دیدے گا، جنہیں وہ چباتا رہے گا“، (مسند احمد)۔

حضرت ابو ہریرہ رض سے یہ بھی مروی ہے، جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”جو شخص سونے چاندی کا ماںک ہو، اور اس کا حق (زکاۃ، صدقات، خیرات، تبرعات اور عطیات کی شکل میں) ادا نہ کرے، تو جب قیامت کا دن ہو گا، اس کے لئے اسی سونے چاندی میں سے آگ کی چادریں بنادی جائیں گی، پھر ان جب قیامت کا دن ہو گا، اس کے لئے اسی سونے چاندی میں سے آگ کی چادریں بنادی جائیں گی، پھر ان سے ان کے حقوق ادا نہ کرنے والے مالکوں اور سیٹھوں کی کروٹیں اور پیشانیاں داغی جائیں گی، جب ان میں کچھ ٹھنڈک آیے گی، دوبارہ سے انہیں داغنے کے عمل کے لئے دیے ہی گرم کر دیا جائے گا۔

یہ اس دن کا معاملہ ہے جس کی مقدار پچاس ہزار سال ہے، حتیٰ کہ حشر قائم ہو کر تمام بندوں میں جنت یادو زخ کا فیصلہ ہو جائے۔ اور جن لوگوں کے پاس مال کی صورت میں جانور ہوں گے، تو ان میں اونٹوں کے متعلق فرمایا: جوان کے حق زکاۃ و خیرات ادا نہیں کرتا، ایسے مالک کو قیامت کے دن ایک ہموار میدان میں لٹا دیا جائے گا، اس کے اونٹ نہایت موٹے تازے ہو کر قطار اندر قطار آتے جائیں گے، پیروں سے اس کو روند تے جائیں گے اور دانتوں سے اس کو کامیں گے، جب پہلی جماعت ان کی گذر جائے گی، پھر ہم آتی جائے گی۔

اسی طرح ان بکریوں کے مالک کو ہموار زمین پر لٹا دیا جائے گا، جن میں سے اللہ تعالیٰ کے حقوق ادا نہ کیے گئے ہوں، وہ بھیڑ بکریاں بھی ترتیب سے آتی رہیں گی، نہ ان میں مڑے ہوئے سینگوں والی ہوگی، نہ بے سینگ اور مٹوٹے ہوئے سینگوں والی، سینگوں سے اسے مارتی رہیں گی، اور کھروں سے اسے روند تی رہیں گی، حضرت ابو ذرؓ کی روایت میں گائے (بھیں) وغیرہ کا بھی یہی حال بتایا گیا ہے (صحیحین)۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلَہٖ وَسَلَّمَ نے فرمایا: ”زکوٰۃ کا انکار کرنے والا قتل کر دیا جائے“، (مندرجہ بن جبیب)۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ نبی کریم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلَہٖ وَسَلَّمَ سے نقل کرتے ہیں: ”جب آپ نے اپنے مال کی زکاۃ دیدی، تو آپ نے اپنے آپ کو اس کے شر سے محفوظ کر لیا“، (متدرک حاکم)۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی ایک اور روایت، حضور پر نور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلَہٖ وَسَلَّمَ نے فرمایا: ”جس شخص کو اللہ تعالیٰ مال عنایت کر دے، پھر وہ اس میں سے زکاۃ ادا نہ کرے، یہ مال قیامت کے دن گنجانہ بن جائے گا، جس کے ماتھے پر خطرناک سانپوں والی دونشانیاں ہوں گی، یہ گنج خطرناک سانپ اس کے گلے کا طوق بن کر اس میں لٹک جائے گا، اور اپنے مالک کو دونوں باخچوں سے پکڑ لے گا، پھر اسے کہے گا، میں تیرا وہی مال ہوں، میں تیرا وہی خزانہ ہوں۔“

پھر نبی کریم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلَہٖ وَسَلَّمَ نے یہ آیت تلاوت فرمائی: ”ہرگز گمان نہ کرے وہ لوگ جو اللہ کے دیے ہوئے فضل کے اتفاق میں بخل کرتے ہیں، کہ کہیں یہ (بخل) ان کے لئے بہتر ہے، عنقریب یہ مال بغیر زکاۃ

تیامت کے دن ان کے گئے کا طوق ہوگا۔ آل عمران، 180، (صحیح بخاری)۔

نیز دنیا میں بھی زکاۃ، صدقات و خیرات کے ذریعے سے اپنے اموال کا تذکیرہ و تطہیر نہ کرنے کی وجہ سے سخت پکڑ ہوگی۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ”کوئی بھی قوم جب زکاۃ کی ادائیگی نہیں کرتی، تو اللہ تعالیٰ ان پر تحفظ اور بھوک مسلط کر دیتے ہیں“، (طبرانی)۔

جناب رسالت آب مصلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”جب مالِ زکاۃ و صدقات اپنی مدت پوری ہو جانے کے بعد بھی دیگر مال کے ساتھ خلط ملٹ رہے گا، تو وہ پورا مال فاسد اور خراب ہو جائے گا“، (بیہقی)۔

آپ ﷺ نے فرمایا: ”جب بھی کسی کا کوئی مال بحر و بر میں تلف ہو جائے، یقیناً یہ سمجھ لیا جائے، کہ ان کی زکاۃ کی ادائیگی میں کوتاہی کی گئی تھی“، (مجموع الزوائد)۔

یہ تو ادائیگی کی اہمیت، ضرورت اور فرضیت کی بات تھی، دوسری بات یہ ہے کہ زکاۃ بطور اجر، ثواب اور عبادات ادا کی جائے، خشوع، خضوع، للہیت اور اخلاص کو مد نظر رکھا جائے، نہ کہ جزیہ، نیکس اور خراج کی طرح ادائیگی ہو۔ نیز زکاۃ کی ادائیگی ”ترغیباً للآخرین علی الاعلان“، ہو اور دیگر صدقات، خیرات، عطیات اور تبرعات میں اختفاء سے کام لیا جائے۔

یہاں یہ بات بھی قابل ذکر ہے، کہ زکاۃ حلال اور طیب مال سے نکالی جاتی ہے، خبیث اور حرام نہ مسلمان کو کسی طرح زیب دیتا ہے اور نہ ہی اس میں سے زکاۃ و صدقات کی نیت سے کچھ اللہ کے پاک نام پر دینا جائز ہے، بلکہ وہ سب یا اس میں کچھ حصہ جب بھی دیا جائے، تو وہ بلا نیتِ ثواب دیا جائے۔

ہاں یہ بات بھی انتہائی ضروری ہے کہ جن کو زکاۃ دی جا رہی ہے، ان کی تحقیق بھی از روئے عبادت زکاۃ دینے والے کیلئے از حد ضروری ہے، کہ آیا وہ صحیح مصرف بھی ہے، یا نہیں، آج کل ایک بڑی بیماری یہ بھی ہے کہ بہت سے لوگ صاحبِ نصاب ہو کر زکاۃ کی وصولیاں کرتے ہیں، ایسے لوگوں کو اس فتح ذخیرہ اندوزی سے پرہیز کرنی چاہیے، اور بہت سے ادارے اور این جی اوز وغیرہ اموال زکاۃ

کو مصارف زکاۃ کے بجائے غیر مصارف میں خرچ کرتے ہیں، ان کو زکا تین دیتے ہوئے اپنی عبادت کا خیال رکھنا لازمی ہے۔

کچھ ادارے ایسے ہیں کہ ان کے پاس فنڈ کی کثرت کی وجہ سے زکاۃ کئی سالوں تک اکاؤنٹ میں پڑی رہتی ہے، نہ اس کے تمیلیک ہوتی ہے، نہ مصرف تک پہنچتی ہے، بسا اوقات زکاۃ دینے والا اللہ کو پیارا ہو جاتا ہے، اور اس کی زکاۃ اگلے دس بیس سالوں تک ادارے کے مصارف کی پائپ لائن میں منتظر خرچ ہوتی ہے، اس باریکی کا لحاظ بھی زکاۃ دینے والے کا کام ہے۔

یہاں کالم کے اختتام پر ہم اس حوالے سے چند قرآنی آیات کا بھی تذکرہ کئے دیتے ہیں:

☆ ”اور ترقی وہ ہیں جو ہماری دی ہوئی رزق میں سے افلاق کرتے ہیں“ (بقرہ، 3)۔

☆ ”اے نبی، ان کے اموال میں سے صدقہ وزکاۃ لو، جس کی وجہ سے انہیں پاک صاف

بنالو“۔ (توبہ، 103)۔

☆ ”اور فلاج پاتے ہیں وہ جو زکاۃ ادا کرتے ہیں“ (المؤمنون 40)۔

☆ ”اور جو کچھ تم خرچ کرو گے اللہ تعالیٰ اس کی جگہ اور دے گا اور وہ بہترین روزی دینے والا ہے

“(سما، 39)۔



اصحابی کالنجوم

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ میں اپنے رب سے اپنے صحابہ کے اختلاف کے بارے میں سوال کیا جو میرے بعد ہو گا تو میری طرف وہی کی گئی کہ اے محمد ﷺ تمہارے صحابہ میرے نزدیک آسمان کے تاروں کی مانند ہیں بعض بعض سے قوی ہیں اور ہر ایک کے لئے نور ہے اپنے اختلاف میں وہ جس موقف پر ہیں ان میں سے کوئی کو اختیار کرے وہ میرے نزدیک ہدایت پر ہے۔ راوی بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایہ میرے صحابہ تاروں کی مانند ہیں ان میں سے کس کی پیروی کرو گے ہدایت پاؤ گے۔ (مشکوٰۃ)



صدقہ فطر کے فضائل و احکام

مفتی محمد راشد سکوی عفان اللہ عنہ

صدقہ فطر کا وجوب بھی رمضان کے روزوں کی فرضیت کے وقت یعنی: مدینہ منورہ کی طرف
اجرت کرنے کے دوسرے سال ہوا۔

صدقہ فطر کی شرعی حیثیت

احتفاف کے نزدیک صدقہ فطر کی حیثیت وجوب کی ہے، دلیل حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما
کی حدیث مبارکہ ہے جس میں انہوں نے فرمایا: فَرَضَ رَسُولُ اللَّهِ لِلَّذِي زَكَاةَ الْفِطْرِ صَاعًا مِنْ تَمْرٍ
أَوْ صَاعًا مِنْ شَعِيرٍ عَلَى الْعَبْدِ وَالْحُرِّ وَالْذَّكَرِ وَالْأُنْثَى وَالصَّغِيرِ وَالكَبِيرِ مِنْ
الْمُسْلِمِينَ۔ [صحیح البخاری]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فطرانے کی زکوٰۃ فرض فرمائی ہے کہ ایک صاع کھجوریں یا ایک
صاع جو ہر غلام لہو آزاد مرد اور عورت، چھوٹے اور بڑے مسلمان کی طرف سے۔

صدقہ فطر کس شخص پر واجب ہے؟

اوپر حدیث مبارکہ سے صدقہ فطر کے وجوب کا علم ہوا، اب یہ وجوب ہر امیر و غریب پر ہے، یا
صرف امراء پر؟ تو دلائل کی روشنی میں یہ وجوب فقط امراء پر ہے، جو مخصوص مقدار کے مال کے مالک ہوں،

جس کی تفصیل یہ ہے کہ جو مسلمان اتنا مال دار ہو کہ اس پر زکاۃ واجب ہو، یا اس پر زکاۃ تو واجب نہیں لیکن ضروری اسباب و اشیاء سے زائد اتنی قیمت کا مال یا سامان اس کے پاس موجود ہے جس کی قیمت سائز ہے باون تولہ چاندی کی قیمت کے برابر پہنچتی ہو تو اس پر عید الفطر کے دن صدقہ دینا واجب ہوتا ہے چاہے وہ مال؛ تجارت کا ہو یا نہ ہو، اور چاہے اُس مال پر پورا سال گزر چکا ہو یا نہ گزرا ہو، تو اس صدقہ کو شریعت میں صدقہ فطر کہتے ہیں۔ البتہ جو شخص غریب ہو، اور پر ذکر کردہ تفصیل کے مطابق مالدار نہ ہو، تو بعض احادیث مبارکہ کو سامنے رکھتے ہوئے ایسے افراد کو بھی صدقہ فطر ادا کر دینا چاہیے۔ یہ بڑے خیر کا عمل ہے۔ حضرت عبد اللہ بن ابی صعیر رضی اللہ عنہ اپنے باپ ابو صعیر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ﴿أَمَّا غَنِيٌّكُمْ، فَإِنَّمَا يُحِبُّ اللَّهُ وَآمَّا فَقِيرٌ كُمْ، فَيُرِدُّ عَلَيْهِ أَكْثَرُهُمَا يُعْطَى﴾۔ (مسند احمد حنبل)

ترجمہ: غنی کو اللہ تعالیٰ (اس کے ذریعے) پاک کر دیتا ہے اور فقیر جتنا دیتا ہے اس کی طرف اس سے زیادہ اسے واپس لوٹا دیا جاتا ہے۔

صدقہ فطر کی ادائیگی کا وقت

عید الفطر کے دن جس وقت فجر کا وقت شروع ہوتا ہے (یعنی: جب سحری کا وقت ختم ہوتا ہے) اُس وقت یہ صدقہ واجب ہوتا ہے۔ اور عید کی نماز کے لیے جانے سے پہلے پہلے اسے ادا کرنا وجوبی طور پر ضروری ہے۔ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ كَانَ يَأْمُرُ بِإِخْرَاجِ الزَّكَاةِ قَبْلَ الْغُدُوِّ لِلصَّلَاةِ يَوْمَ الْفَطْرِ۔ (سنن الترمذی)

اگر کوئی شخص کسی بھی وجہ سے عید الفطر کی نماز سے پہلے ادا نہ کر سکا تو عید کی نماز کے بعد میں بطورِ تقاضہ اس صدقہ فطر کو ادا کرنا لازم ہو گا، لیکن بعد میں ادا کرنے کی صورت میں اُس سے صدقہ فطر کی فضیلت ختم ہو جائے گی، اور یہ عام فلی صدقہ کی طرح بن جائے گا، حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ﴿مَنْ أَذَّاهَا قَبْلَ الصَّلَاةِ فَهِيَ رَجَائِهُ مَقْبُولَةٌ وَمَنْ أَذَّاهَا بَعْدَ الصَّلَاةِ فَهِيَ صَدَقَةٌ مِنَ الصَّدَقَاتِ﴾۔ (سنن ابی داؤد)

کہ جس نے نماز عید سے پہلے اسے ادا کیا تو یہ مقبول زکوٰۃ ہے اور جس نے اسے نماز عید کے بعد

ادا کیا تو یہ دوسرے صدقات کی طرح ایک صدقہ ہو گا۔

اور بہتر و افضل صورت یہ ہے کہ رمضان المبارک میں ہی کسی بھی وقت ادا کر دیا جائے، تاکہ غرباء و مساکین کا تعاون ہو سکے اور وہ بھی عید کی تیاریاں مکمل کر کے عید کی خوشیوں میں شریک ہو سکیں۔ لیکن رمضان المبارک سے قبل ادا کرنا مفتی بقول کے مطابق درست نہیں ہے، اس سے وجوب ساقط نہیں ہو گا۔
[والختار ما ذا دخل شهر رمضان محبوز، وقبله لا محبوز، وفي النظيرية: وعليه الفتوى۔ (النتاوى التأثرخانية)]

صدقہ فطر کس کی طرف سے دینا واجب ہے؟

صدقہ فطر اپنی طرف سے، ابنا نابالغ اولاد کی طرف سے، بشرطیکہ وہ فقیر یعنی: صاحب نصاب نہ ہو، واجب ہے۔ نابالغ اولاد اگر مالدار ہو تو صدقہ فطر ان کے مال سے ادا کرے۔ مالدار ہونے کی صورت میں تو ان کی طرف سے ادا کرنا والد پر واجب نہیں ہے، ہاں اگر احسان ادا کرے تو جائز ہے۔
عورت پر جب کہ وہ صاحب نصاب ہو تو صدقہ فطر اس پر خود واجب ہے، اگر اس کا شوہر ادا کرے گا تو احسان ہو گا اور ادا ہو جائے گا، عورت کا صدقہ اس کے باپ پر واجب نہیں ہے۔ اور عورت پر کسی اور کی طرف سے صدقہ فطر ادا کرنا واجب نہیں۔

صدقہ فطر کی مقدار

احادیث مبارکہ سے جن اشیاء کا صدقہ فطر میں دینا ثابت ہوتا ہے اُن میں گندم، جو، کھجور اور کشش ہے، کہ ان چار قسم کی اجناس میں سے کسی ایک جنس سے صدقہ فطر ادا کر دیا جائے، ان اجناس میں سے اگر کوئی شخص اپنا صدقہ فطر، کھجور، کشش یا جو کی صورت میں دینا چاہے تو ایک صاع کی مقدار دینا ہو گی، اور اگر صدقہ گندم کی صورت میں دینا چاہے تو اس کا نصف صاع دینا ہو گا۔

موجودہ دور کے پیانوں کو سامنے رکھتے ہوئے "ایک صاع" کی مقدار تقریباً ساڑھے تین کلو، اور "نصف صاع" کی مقدار تقریباً پونے دو کلو بنیتی ہے۔ (اوzaan شرعیہ از مفتی محمد شفیع، ص: 34، 38 ملخصاً)
یعنی: گندم کا آدھا صاع پونے دو کلو گندم بنے گا، اور بقیہ تین چیزوں کا ایک صاع ساڑھے تین کلو بنے گا، پھر دینے والے کو اختیار ہے کہ چاہے تو یہی اجناس صدقہ میں دے دے، چاہے ان اجناس میں سے مذکورہ

مقدار کے وزن کی قیمت دے دے۔

اور اگر ان چار آجناس کے علاوہ کسی اور جنس سے صدقہ دینا چاہے، مثلاً: چاول، باجرہ یا کوئی سبزی وغیرہ، تو اس کا طریقہ یہ ہو گا کہ اوپر ذکر کی گئی چار آجناس میں سے کسی ایک جنس کی قیمت سے اپنے مطلوبہ دینے والی چیز کو خریدے، یا اس کے برابر اس کی مطلوبہ جنس کا جو وزن بتا ہو وہ دے دے۔

صدقہ فطر کے مصارف

صدقہ فطر کے مصارف وہی ہیں جو زکوٰۃ کے مصارف ہیں، کہ کسی مستحق زکوٰۃ کو ماکانہ طور پر صدقہ فطر کی رقم یا وہ جنس ہی دے دی جائے۔

البتہ! یہ صدقہ اپنی اوپر والی نسل؛ یعنی: ماں، باپ، دادا، دادی، یا نانا، نانی وغیرہ، اور نیچے والی نسل؛ یعنی: بیٹا بیٹی، پوتا پوتی اور نواسا نواسی وغیرہ کو دینا درست نہیں ہے۔ ایسے ہی شوہر اپنی بیوی کو، یا بیوی اپنے شوہر کو غریب و مسکین ہونے کے باوجود اپنا صدقہ فطر نہیں دے سکتی۔

ان رشتہ داروں کے علاوہ دیگر رشتہ داروں، مثلاً: بھائی بھائی، بھانجبا بھانجی، چچا چچی، پچھوپا پچھوپی، خالہ خالو، اموں مامانی، سرساس، سالہ بہنوی، سوتیلی ماں سوتیلاباپ وغیرہ ان سب کو صدقہ فطر دینا درست ہے بشرطیکہ یہ غریب اور مستحق ہوں۔

نیز! سید مرد اور سیدہ عورت کو صدقہ فطر دینا جائز نہیں ہے، ایسے افراد اگر غریب و مستحق و ضرورت مند ہوں تو ان کی مدد صدقاتِ واجبه اور زکوٰۃ وغیرہ کے علاوہ دیگر اموال سے کی جائے۔

صدقہ فطر کی مقدار روزے کا فدیہ ادا کرنا

اگر کوئی شخص روزے نہ رکھ سکتا ہو، ایسا دائی مریض ہو جسے شفایا بی کی امید نہ ہو، یا بہت زیادہ بوڑھا ہو چکا ہو اور روزہ رکھنے کی طاقت نہ ہو تو ایسا شخص اپنے روزوں کا فدیہ دے گا، اور ایک روزے کا فدیہ ایک صدقہ فطر کے برابر ہے، چاہے کسی بھی جنس سے یا اس کی قیمت دے دے۔



ہمارے اسلاف و اکابر رمضان المبارک میں

مولانا خورشید عالم داود قادری

رمضان المبارک کا مہینہ بہت ہی بارکت مہینہ ہے۔ رمضان المبارک کو مہینوں کا سردار کہا جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس پورے مہینے کا روزہ مسلمانوں پر فرض کیا ہے۔ اس مہینے کی اہمیت کو یوں سمجھا جاسکتا ہے کہ نبی اکرم ﷺ رب جب سے ہی رمضان المبارک میں پہنچنے کی دعا شروع کر دیتے تھے۔

آپ ﷺ دعا کرتے تھے: "اے اللہ! ہمارے لیے رب جب و شعبان کے مہینوں میں برکت عطا فرمائیں رمضان کے مہینہ تک پہنچادے!" (شعب الانیمان: 3534)

رمضان کے متعلق سے رسول اللہ ﷺ ارشاد فرماتے ہیں: "میری امت رمضان کے حوالے سے پانچ ایسی چیزوں سے نوازی گئی ہے کہ مجھ سے پہلے کسی نبی کو وہ چیزوں نہیں دی گئیں۔"

پہلی چیز: جب رمضان کی پہلی رات آتی ہے تو اللہ تعالیٰ اس امت کی طرف دیکھتے ہیں اور اللہ تعالیٰ جن کی طرف دیکھ لیتے ہیں، ان کو کبھی بھی عذاب نہیں دیتے۔

دوسری چیز: افطار کے وقت روزہ داروں کے منہ کی بدبو، اللہ تعالیٰ کو مشک کی خوبیوں سے بھی زیادہ پسندیدہ ہے۔

تیسرا چیز: فرشتے ان کے لیے دن ورات استغفار کرتے ہیں۔

چوچی چیز: اللہ عزوجل اپنی جنت کو حکم کرتے ہوئے فرماتے ہیں: میرے بندوں کے لیے تزوین کرلو اور تیار ہو جاؤ۔

پانچویں چیز: جب (رمضان) کی آخری رات ہوتی ہے، تو (اللہ تعالیٰ) ان سب کو معاف فرمادیتے ہیں۔ (شعب الایمان: 3331)

قرآن کریم اسی ماہ مبارک رمضان میں نازل ہوا۔ فرمان خداوندی ہے: شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِي أُنزِلَ فِيهِ الْقُرْآنُ۔ (سورۃ البقرۃ: 185) (رمضان کا مہینہ وہ ہے جس میں قرآن نازل کیا گیا۔)

قرآن کریم ماہ رمضان کی ایک خاص رات میں نازل ہوا۔ اس مبارک رات کو ہم "لیلۃ القدر" یا شب قدر کہتے ہیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: إِنَّا أَنْزَلْنَاهُ فِي لَيْلَةِ الْقَدْرِ۔ (سورۃ القدر: 1) (بیشک ہم نے اس (قرآن) کو شب قدر میں نازل کیا ہے۔)

قرآن کریم کا ماہ رمضان میں لیلۃ القدر میں نازل ہونے کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم کو "روح محفوظ" سے آسمان اول پر "بیت العزت" میں بیک وقت شب قدر میں اتنا را۔ پھر اللہ تعالیٰ نے بیت العزت سے ضرورت کے مطابق تشکیس سالوں میں نبی اکرم ﷺ تک حضرت جبریل ﷺ کے معرفت بھیجا۔

مشہور مفسر عmad الدین ابوالفداء اسماعیل بن عمر بصری رضی اللہ عنہ (700-774ھ) لکھتے ہیں: "ابن عباس وغیرہ رضی اللہ عنہم فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے پورا قرآن شریف "روح محفوظ" سے آسمان دنیا پر "بیت العزت" میں یکبارگی (شب قدر میں) نازل فرمایا۔ پھر واقعات کے مطابق تفصیل وار تنسیس سالوں میں رسول اللہ ﷺ تک حضرت (تحوڑا تھوڑا) نازل ہوا"۔ (تفسیر ابن کثیر 8/441)

ذکورہ قرآنی آیات سے ثابت ہوا کہ قرآن کریم کا رمضان میں نازل ہونا ایک حقیقت ہے۔ رمضان سے قرآن کریم کا تعلق بہت گہرا ہے۔ ہمیں رمضان کے اوقات و ساعات کی قدر کرتے ہوئے روزہ

کے ساتھ ساتھ تلاوت قرآن کریم میں مصروف رہنا چاہیے۔

رمضان اور قرآن ایک دوسرے سے اس طرح مربوط ہیں کہ یہ دونوں قیامت کے دن روزہ رکھنے والوں اور تلاوت کرنے والوں کے حق میں سفارش بھی کریں گے۔ حدیث شریف میں ہے:

"الصِّيَامُ وَالْقُرْآنُ يَشْفَعَانِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ، يَقُولُ الصِّيَامُ رَبِّ إِلَيْيَ مَنْعَتُهُ الْكَطَاعَمُ وَالشَّرَابُ بِالنَّهَارِ فَشَفِعْنِي فِيهِ، وَيَقُولُ الْقُرْآنُ: رَبِّ إِلَيْيَ مَنْعَتُهُ النَّوْمُ بِاللَّيْلِ فَشَفِعْنِي فِيهِ فَيَشْفَعَانِ".

ترجمہ: روزہ اور قرآن قیامت کے دن (روزہ رکھنے والے اور تلاوت کرنے والے کے حق میں)

سفارش کریں گے۔ (حلیۃ الـ ولیاء وطبقات الـ صفائع 8/161)

روزہ کہے گا: اے میرے پروردگار! میں نے اس شخص کو دن میں کھانے پینے سے روک دیا تاہم اس کے حق میں میری سفارش قبول فرمائیں قرآن کریم کہے گا: اے میرے رب! میں نے رات میں اس کو سونے سے روک دیا تھا لہذا اس کے حق میں میری سفارش قبول کر لیں پھر ان دونوں کی سفارشیں قبول کر لی جائیں گی۔

مسلمانوں کو چاہیے کہ وہ رمضان المبارک کے مہینہ میں، اپنا وقت زیادہ تر قرآن کریم میں تدبر و تفکر اور اس کی تلاوت و قرات میں گزاریں۔ یہ عمل جہاں ان کو رمضان جیسے مبارک مہینہ میں ادھر ادھر کی لغو اور لا یعنی باتوں سے محفوظ رکھے گا، وہیں اس عمل سے ان کی آخرت بھی سدھرے گی اور من جانب اللہ برآ اجر و ثواب بھی ملے گا۔ اللہ تعالیٰ نے ہمارے اسلاف واکابر کو اس حوالے سے توفیق دی اور وہ رمضان المبارک میں سارے مشاغل سے دور رہ کر اپنے اکثر اوقات قرآن کریم کی تلاوت میں ہی صرف کرتے تھے۔

حضرت نبی اکرم ﷺ کا بھی یہ معمول تھا کہ آپ رمضان المبارک میں حضرت جبریل ﷺ کے ساتھ قرآن کریم کا درکار کرتے تھے۔ حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ رمضان میں، آپ ﷺ کی خواست

غم خواری اور حضرت جبریل علیہ السلام کے ساتھ قرآن کریم کے دور کو بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم خیر کے معاملہ میں لوگوں سے زیادہ سُخنی تھے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سخاوت اس وقت رمضان میں اور زیادہ بڑھ جاتی تھی، جب جبریل علیہ السلام آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے ملتے۔ جبریل علیہ السلام آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے رمضان شریف کی ہر رات میں ملتے، تا آنکہ رمضان ختم ہو جاتا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جبریل علیہ السلام سے قرآن کا دور کرتے تھے۔ جب جبریل علیہ السلام آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے ملنے لگتے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم چلتی ہوا سے بھی زیادہ بھلائی پہنچانے میں سُخنی ہو جایا کرتے تھے۔ (صحیح بخاری: 1902)

اس حدیث سے یہ بات سمجھ میں آتی ہے کہ رمضان کے مہینہ میں جہاں ہمیں قرآن کریم کی تلاوت کرنی چاہیے، وہیں ہمیں صدقات و خیرات میں سخاوت سے کام لینا چاہیے۔

حضرت امام اعظم ابو حنیفہ (80-150ھ) کی شخصیت عوام و خواص میں جانی پہچانی ہے۔ امام صاحب کے بارے میں علی بن زید صیدائی بیان کرتے ہیں کہ وہ رمضان میں ساتھ قرآن ختم کرتے تھے، ایک ختم دن میں اور ایک ختم رات میں۔ (التدوین فی أخبار قزوین 2/332)

حضرت امام مالک رضی اللہ عنہ (93-179ھ) کے بارے میں ابن عبد الحکیم فرماتے ہیں: "جب رمضان کا مہینہ آتا تو امام مالک رضی اللہ عنہ حدیث کی تدریس اور اہل علم کی مجلسوں سے دور رہتے اور پوری دل چسپی سے قرآن کریم دیکھ کر تلاوت کرتے۔" (لطائف المعارف لابن رجب 1/171)

امام شافعی رضی اللہ عنہ (150-204ھ) شروع میں طلب علم میں مشغولیت کی وجہ سے قرآن کی تلاوت کم کرتے تھے۔ پھر آخر عمر میں بہت زیادہ تلاوت کرتے تھے۔

رنج آپ کے بارے میں فرماتے ہیں: "آپ ہر رات ایک قرآن ختم کرتے تھے۔ ماہ رمضان میں آپ ساتھ قرآن ختم کرتے تھے۔" (المنتظم فی تاریخ الأئمہ والملوک 10/135)

حضرت سفیان ثوری رضی اللہ عنہ (97-161ھ) کے بارے میں عبد الرزاق فرماتے ہیں: "جب

رمضان آتا تو سفیان ثوری رضی اللہ عنہ ساری (نقلي) عبادتوں کو چھوڑ دیتے اور پوری دل چسی کے ساتھ قرآن کریم کی تلاوت کرتے۔" (طائف المعرف لابن رجب 1/171)

ولید (668-715) بن عبد الملک بنو امية کے نامود اور مشہور خلیفہ تھے۔ آپ کے بارے میں ابراہیم بن ابو عبلہ فرماتے ہیں کہ مجھ سے انہوں نے ایک دن پوچھا: "کتنے دن میں قرآن ختم کرتے ہو؟" میں نے جواب دیا تھے اتنے دنوں میں۔ پھر وہ بولے: امیر المؤمنین مشغول ہونے کے باوجود تین دن میں ایک قرآن ختم کرتا ہے۔ وہ ماہ رمضان میں سترہ قرآن ختم کرتے تھے۔ (البداية والنهاية 9/182)

امام محمد بن اساعیل بن ابراہیم بخاری رضی اللہ عنہ (810-870ء) کے رمضان کا معمول بیان کرتے ہوئے ابن حجر عسقلانی رضی اللہ عنہ (1372-1448ء) فرماتے ہیں: "جب ماہ رمضان کی پہلی رات آتی ہے تو امام بخاری اپنے ساتھیوں کو جمع کرتے آپ ان کی امامت کرتے اور ہر رکعت میں میں آیتوں کی تلاوت کرتے۔ یہی آپ کا معمول رہتا تھا، تا آنکہ آپ قرآن کامل کرتے اور آپ سحری کے وقت تک نصف سے ٹکٹھ قرآن کے درمیان تک پڑھتے؛ چنانچہ ہر تیسرا رات کو سحری کے وقت ایک قرآن ختم کرتے۔ آپ دن میں ہر روز ایک قرآن ختم کرتے۔" (فتح الباری 1/481)

محمد بن زہیر بن قمیر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: "میرے والد ہم سب کو رمضان میں قرآن کریم ختم کرتے وقت جمع کرتے تھے۔ ایک دن درات میں تین قرآن ختم کرتے تھے۔"

ماہ رمضان میں نوے قرآن ختم کر لیا کرتے تھے۔" (تاریخ بغداد 8/485)

امام بغوی رضی اللہ عنہ (433-516ھ) زہیر محمد بن قمیر کے بارے میں فرماتے ہیں: "امام احمد بن حنبل رضی اللہ عنہ کے بعد، ان (زہیر محمد بن قمیر) سے بہتر کسی شخص کو نہیں دیکھا۔ وہ رمضان میں نوے قرآن کریم ختم کرتے تھے۔" (ال عبر في خبر من غبر 1/369)

امون رشید رضی اللہ عنہ (786-833ء) مشہور و معروف عبادی خلفاء میں سے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے ان

کو علم، حلم اور شجاعت و بہادری سے نوازتا تھا۔ انہوں نے خلق قرآن کے حوالے سے علماء کرام پر ظلم کیا۔ یہ ان کی زندگی کی ناگفتہ حقیقت ہے۔ ان کے بارے میں کہا جاتا ہے: ”وہ بعض رمضان میں 33 مرتبہ قرآن کریم ختم کر لیا کرتے تھے۔“ (تاریخ اخلفاء للسیوطی 1/226)

ابو جعفر محمد بن عبد اللہ فرغانی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ابوالعباس بن عطاء رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ”اے ابو جعفر رضی اللہ عنہ! بہت سالوں سے ہر روز میں ایک قرآن ختم کرتا ہوں۔ رمضان میں ایک دن اور رات میں تین قرآن ختم کرتا ہوں۔“ (صفۃ الصفوۃ 1/533)

حضرت قائد رحمۃ اللہ علیہ (متوفی: 735ء) ہر سات رات میں ایک قرآن مجید ختم کرتے تھے۔ جب رمضان آتا تو ہر تین رات میں ایک قرآن ختم کرتے تھے۔ جب آخری عشرہ ہوتا تو ہر ایک رات میں ایک قرآن کریم ختم کرتے تھے۔ (نداء الریان فی فقہ الصوم وفضل رمضان 1/198)

حضرت علامہ کشیری رضی اللہ عنہ کا قرآن مجید میں تدبر و تفکر:

حضرت مولانا محمد منظور صاحب نعمانی رضی اللہ عنہ (1905-1998) حضرت علامہ محمد انور شاہ رضی اللہ عنہ (1875-1933) کشیری کا رمضان میں قرآن کریم میں تدبر و تفکر کے حوالے سے رقم طراز ہیں: ”علم کی گہرائی اور وقت نظر کا کچھ اندازہ اس سے بھی کیا جاسکتا ہے کہ حضرت نے اپنا یہ حال خود ایک دفعہ بیان فرمایا کہ میں رمضان مبارک میں، قرآن مجید شروع کرتا ہوں اور تدبر و تفکر کے ساتھ اس کو پورا کرنا چاہتا ہوں لیکن کبھی پورا نہیں ہوتا۔ جب دیکھتا ہوں کہ آج رمضان المبارک ختم ہونے والا ہے تو پھر اپنے خاص طرز کو چھوڑ کر، جو کچھ باقی ہوتا ہے اس دن ختم کر کے دور پورا کر لیتا ہوں۔“

یہ عاجز (حضرت نعمانی) عرض کرتا ہے کہ رمضان المبارک میں کبھی حضرت کے قریب رہنے کا اتفاق تو نہیں ہوا لیکن یہ معلوم ہے کہ آپ انزل فیہ القرآن والے اس مبارک مہینے میں، زیادہ وقت قرآن مجید ہی کی تلاوت اور تدبر و تفکر پر صرف فرماتے تھے۔ اس کے باوجود قرآن کریم ختم نہیں کر پاتے

تحفہ۔ (عبد الرحمن کوندو، الانور، ص: 307)

حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب کاندھلوی رضی اللہ عنہ (1898-1982) حدیث اور علوم حدیث کے ایک اہم اسکالر کے طور پر عرب و عجم میں مشہور تھے۔ انہوں نے اپنی زندگی کو درس و تدریس، تعلیم و تعلم، تصنیف و تالیف، عبادت و ریاضت اور اصلاح و ترقی کیے کے لیے وقف کر رکھا تھا۔ رمضان میں کئی سوالوں تک آپ کا یہ معمول رہا کہ آپ روزانہ ایک قرآن کریم ختم کرتے۔ آپ رقم طراز ہیں: (سن) 38 بھری سے ماہ مبارک میں ایک قرآن روزانہ پڑھنے کا معمول شروع ہوا تھا، جو تقریباً (سن) 80 بھری تک رہا بلکہ اس کے بھی بعد تک (رہا)۔ (آپ بیتی 1/72)

حضرت شیخ الحدیث صاحب کی دادی محترمہ قرآن کریم کی حافظہ تھیں۔ آپ کو دوران حفظ اپنی دادی سے بھی شرف تلمذ حاصل ہے۔ آپ ان کی تلاوت قرآن پاک کے بارے میں لکھتے ہیں: ”میری دادی صاحبہ حافظہ تھیں اور بہت اچھا یاد تھا۔ سال بھر کا معمول، خانگی مشاغل، کھانے پکانے کے علاوہ، ایک منزل روزانہ کا تھا اور رمضان میں چالیس پارے روزانہ کا تھا۔“ (آپ بیتی 1/72)

شیخ الحدیث حضرت مولانا سلیم اللہ خاں رضی اللہ عنہ (1926-2017) کامنی قریب کے نمایاں علماء کرام میں شناختا ہے آپ دارالعلوم دیوبند کے فاضل ہو حضرت شیخ الاسلام مولانا سید حسین احمد مدینی رضی اللہ عنہ (1879-1957) کے شاگرد ہیں میں سے تھے آپ رمضان المبارک میں روزانہ مکمل قرآن کریم ختم کیا کرتے تھے۔ حضرت مولانا عبد اللہ خالد صاحب آپ کے بارے میں تحریر فرماتے ہیں: رمضان المبارک میں یہ معمول اتنا بڑھ جاتا تھا کہ یومیہ پورا قرآن مجید پڑھتے تھے۔ (تذکرہ شیخ الكل مولانا سلیم اللہ خاں رضی اللہ عنہ، ص: 132)

مذکورہ بالاقتباسات سے ہم آسانی سے سمجھ سکتے ہیں کہ ہمارے اسلاف و اکابر رمضان المبارک میں قرآن کریم کے ساتھ کس طرح چھٹے رہتے تھے۔ دراصل وہ اس حقیقت سے واقف تھے کہ قرآن کی تلاوت اللہ پاک کو بہت پسند ہے۔ قرآن کریم کی تلاوت اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کے حصول کا ذریعہ ہے۔ وہ

تلاوت قرآن کریم کی توفیق کو اپنے لیے خوش قسمی سمجھتے تھے۔ ہمیں بھی اپنے بڑوں سے یہ کہ کر قرآن کریم تلاوت کو شب و روز کا معمول بنانا چاہیے۔ خاص کر رمضان المبارک کے مہینے میں ہمیں پوری دل چسپی اور لگن کے ساتھ قرآن کریم کی تلاوت میں مشغول رہنا چاہیے۔ اگر ایک شخص ساری نفلی عبادات توں کو چھوڑ دے، اور تسبیح و تحلیل اور دعا وغیرہ کو بھی چھوڑ کر، صرف تلاوت قرآن کریم میں مشغول رہتا ہے تو اللہ پاک اس کی ساری مرادیں پوری فرمائیں گے۔

تلاوت قرآن میں مشغولیت کی وجہ نے دعا بھی نہیں مانگ سکا تو اللہ تعالیٰ اس شخص کو وہ چیزیں بھی عطا فرمائیں گے، جو مانگنے سے رہ گئیں ہیں۔ ایک حدیث قدسی ہے: "مَنْ شَغَلَهُ الْقُرْآنُ عَنْ ذُكْرِي
وَمَسَالِيَّ؛ أَعْطَيْتُهُ أَفْضَلَ مَا أُعْطَى السَّائِلِينَ"۔ (ترمذی: 2926)

ترجمہ: جس شخص کو قرآن کریم میرے ذکر اور مجھ سے مانگنے سے مشغول کر دے؛ میں اس شخص کو اس سے بہتر دیتا ہوں، جو میں مانگنے والوں کو دیتا ہوں۔

رمضان کے مبارک مہینہ

میں اکابر و اسلاف اور علماء و صلحاء کا قرآن کریم میں تدبر و تفکر اور قرات و تلاوت کا جونقشہ اور پیش کیا ہے، وہ قرآن کریم کے ساتھ ان کی دل چسپی، شفف اور محبت و عقیدت کا بین ثبوت ہے۔ ہمیں بھی خود کو قرآن کریم کے حوالے سے کچھ اسی طرح کی جدوجہد اور کوشش کرنی چاہیے۔

ہم جانتے ہیں کہ قرآن کریم اللہ تعالیٰ کا کلام ہے جب ہم خود کو اس پاک ذات کے کلام کے ساتھ مشغول رکھیں گے اس کے ساتھ محبت کا اظہار کریں گے، تو وہ پاک ذات بھی ہمیں پسند کرے گی اور اپنے محبوب بندوں میں شامل فرمائے گی اور ہماری آخرت سنور جائے گی! پروردگار عالم ہم سب کو رمضان المبارک کے قیمتی اوقات کے قدر کی توفیق بخشنے! آمین!



آپ کے مسائل کا حل

دارالافتاء والتحقیق

قیمت فروخت کے حساب سے زکوٰۃ

سوال:- ہماری دکان جزل سٹور ہے، ہم سال میں ایک مرتبہ زکوٰۃ نکال دیتے ہیں، اس میں ہم قیمت فروخت کا حساب لگائیں گے یا قیمت خرید کا حساب لگائیں گے؟ مثال کے طور پر ایک چیز 5 روپے میں آئی ہے وہ ہم 8 روپے میں فروخت کریں گے؟۔

جواب:- قیمت فروخت کے لحاظ سے زکوٰۃ کی ادائیگی کریں۔ (فتاویٰ نمبر: 216)

قیدی کی رہائی کے لیے زکوٰۃ کی رقم دینا

سوال:- زید نامی ایک شخص کی بیوی اپنی خالہ کے گھر انڈیا جاتے ہوئے جعلی کرنی رکھنے کے الزام میں گرفتار ہو گئی ہے جس کی وجہ سے وہ بہت پریشان ہے۔ بیوی کی رہائی کے لیے اس کو کم از کم ایک لاکھ روپیہ چاہیے۔ ایک صاحب خیر مال زکوٰۃ میں سے یہ رقم دینا چاہتا ہے۔ تو کیا اس کی طرف سے یہ پوری رقم مال زکوٰۃ میں سے دینا ایک بے گناہ قیدی کی رہائی کے لیے جائز ہے؟۔

جواب:- اگر وہ شخص مستحق زکوٰۃ ہے تو دے سکتے ہیں۔ (فتاویٰ نمبر: 1/262)

زکوٰۃ کے پیسوں سے جہیز بنانا کر دینا

سوال:- اگر کسی لڑکی کی شادی ہو رہی ہو اور اس کے ماں باپ غریب ہیں تو اس لڑکی کیلئے زکوٰۃ کے پیسوں سے جہیز بنانے کا صحیح ہے یا نہیں؟

جواب:- اگر لڑکی اور اس کے ماں باپ زکوٰۃ کا مصرف بنتے ہیں تو ان تینوں کو ضرورت کے جہیز کیلئے زکوٰۃ کی رقم دی جاسکتی ہے۔ فقط اللہ تعالیٰ اعلم (فتاویٰ نمبر: 1/3)

بیوی کے پاس مال ہو تو بھی خاوند زکوٰۃ لے سکتا ہے

سوال:- ایک آدمی خود صاحبِ معاش نہیں ہے یہاں تک کہ وہ اپنے بچوں کی ضروریات بھی پوری نہیں کر سکتا۔ مگر بیوی نے اپنے طور پر کچھ زیور جمع کیا ہوا ہے کیا اس کو زکوٰۃ دی جاسکتی ہے یا نہیں؟

جواب:- اگر مذکورہ شخص کی اپنی ملکیت میں ساڑھے باون تولہ چاندی کی قیمت کے برابر ضروریات اصلیہ سے زائد کوئی بھی سامان وغیرہ نہیں ہے تو ایسی صورت میں ایسے شخص کو زکوٰۃ دی جاسکتی ہے اور بیوی کے پاس زیور ہونے کی وجہ سے یہ شخص صاحبِ نصاب نہ ہوگا۔ (فتاویٰ نمبر: 1/135)

بیوی کا خاوند کے مال سے اپنی زکوٰۃ ادا کرنا

سوال:- سونے چاندی کی زیورات بیوی کی ملکیت میں ہیں، اسکے پاس نقدی نہیں ہے وہ ہر سال خاوند کی رضامندی سے اسکے نقد مال میں سے زکوٰۃ ادا کرتی ہے۔ کیا زکوٰۃ ادا ہو جائے گی یا نہیں؟

جواب:- زکوٰۃ ادا ہو جائے گی۔ فقط اللہ تعالیٰ اعلم (1/135)

بہو، پوتے، پوتیوں کو زکوٰۃ دینا

سوال:- میرے ایک بیٹے کے حالات بوج آپریشن بالی پاس و دیگر معاشی طور پر بہتر نہیں ہیں۔ کیا میں اپنی زکوٰۃ کی رقم اپنی بہو کو یا پوتے پوتیوں کو ادا کر سکتی ہوں یا پھر کسی اور طریقہ سے معاونت کی کوئی صورت ہو تو

براہ کرم واضح کریں۔

جواب:- پوتے، پوتیوں کو زکوٰۃ دینا جائز نہیں۔ البتہ اگر بھومنتی زکوٰۃ ہو (یعنی اس کے پاس سارے ہے باون تو لہ چاندی کی مالیت کے برابر کوئی چیز بنیادی ضروریات سے زائد نہ ہو) تو اس کو زکوٰۃ دینا جائز ہے۔

خریدے ہوئے پلاٹ میں زکوٰۃ

سوال:- (1): اگر کوئی شخص ایک پلاٹ خریدے اور اس پلاٹ کو خریدتے وقت اس کی کوئی نیت نہ ہوئے آگے بیچنے کی، نہ رہائش کرنے کی غرضیکہ بلا نیت خرید اور بغیر نیت کے ہی اس کی ملکیت میں ہے کیا اس پر زکوٰۃ ہوگی؟

(2): ایک شخص نے ایک پلاٹ خریدا اور خریدتے وقت اس کی کیا نیت تھی؟ اسے یاد نہیں، پھر چند سال کے بعد اس نے کبھی اس پلاٹ پر مکانات بنایا کر کرائے پر دینے کی نیت کی اور گاہ مرغی فارم بنانے کی اس طرح، کبھی اس نے وہاں سکول بنانے کی نیت کی۔ اسی اثنا اس نے پلاٹ کو بیچنے کی بھی نیت کی کہ جب اس کی قیمت بڑھ جائے گی تو بیچ دوں گا۔ کیا اس پلاٹ پر کوئی زکوٰۃ ہے؟ اور فی الحال اس کی نیت اس پلاٹ کو چھوٹے چھوٹے پلاٹوں میں تقسیم کر کے بیچنے کی ہے۔

جواب:- دونوں صورتوں میں پلاٹوں کی مالیت پر زکوٰۃ واجب نہیں ہے۔ (فتاویٰ نمبر: 1/6)

سوال:- (1): زید صاحب نصاب ہے اور اس کی الہمیہ صاحب نصاب نہیں پس اس کی الہمیہ کو زکوٰۃ لینا چائز ہے یا نہیں۔

(2): زید نے بکر سے کہا کہ آپ ایک لاکھ روپے کی رقم میں فرنچ فریزر، اے سی وغیرہ دلوادیں تو میں آپ کو ایک لاکھ میں ہزار بطور نقطہ دوں گا یعنی ہر مہینہ دس ہزار دوں گا، کیا یہ تعین جائز ہے یا نہیں؟۔

(3): زید نے بکر سے کہا کہ آپ ایک لاکھ کی رقم میں سونا خرید کر مجھے دلوایں تو میں آپ کو بطور نقطہ ایک لاکھ میں ہزار دوں گا، یعنی ہر مہینہ دس ہزار۔ بکر سونا خرید کر زید کو دے دیتا ہے تو کیا یہ سود تو نہیں؟۔

(4): ایک بچہ ماں کے پیٹ میں تھا اور اس کا والد اس بچہ کے دادا کے سامنے فوت ہو گیا اور کچھ

عرصہ بعد پیدا ہونے سے پہلے ہی اس کا دادا بھی فوت ہو گیا بچہ پیدا ہونے کے سات مہینہ بعد اس کی والدہ بھی فوت ہو گئی اب اس بچہ کا کوئی وارث نہیں تو کیا اپنے دادا کی ساری جائیداد کا وارث بن سکتا ہے یا نہیں؟۔

(5):- ایک آدمی صاحب نصاب ہے اپنے مال میں سے زکوٰۃ اور صدقات نکال کر الگ رکھتا ہے جب غریب مل جائے اس کو دے دوں تو کسی وجہ سے وہ خود غریب ہو جاتا ہے تو اب وہ زکوٰۃ و صدقات نکال کر رکھا تھا کیا وہ خود اس کو استعمال کر سکتا ہے؟۔

جواب:- (1) اس سوال کی کیا ضرورت ہے؟ (2):- جائز نہیں، جواز کی صورت یہ ہے کہ بزر پہلے با قاعدہ مذکورہ چیزیں اپنے لیے خریدے اور بعد میں ادھار قسطوں پر زیاد کو فروخت کر دے۔ (3) جائز نہیں۔ (4):- کیا دادا کے اور ورثاء نہیں ہیں؟۔ (5):- نہیں اگر وہ اس رقم کو استعمال کرے گا تو اس کے ذمہ ہو گا کہ وہ کہیں اور سے کما کرتی رقم زکوٰۃ میں دیدے۔



ماہنامہ دارالتفوی میں اشتہار

تعاون بھی، تشویہ بھی

ماہنامہ دارالتفوی پاکستان کا معروف دینی رسالہ ہے جو کہ گزشتہ 14 سال سے مسلسل شائع ہو رہا ہے اور ملک و بیرون ملک میں اپنے قارئین کا ایک وسیع حلقہ رکھتا ہے۔

ماہنامہ دارالتفوی میں اشتہار دینا آپ کی تشویہ کا بہترین ذریعہ ہونے کے ساتھ ساتھ خیر کے اس عظیم سلسلے کے ساتھ دینی تعاون بھی ہے۔

مزید تفصیلات جاننے کے لئے ہمارے اس نمبر پر رابطہ فرمائیں

03044167581

ماہنامہ دارالتفوی

جامعہ دارالتعویٰ نہادِ تہذیب

طالبات کی تعلیم و تربیت کے لیے مثالی تعلیمی ادارہ

مملکتی فاطمہ الزهراء للبنات

ملکی اور صوبائی سطح پر وفاق المدارس العربية میں مسلسل پوزیشنز لینے والا ادارہ

وقتِ داخلہ
ص 8 12

اعلان برائے داخلہ

آغازِ داخلہ
10 شوال

شعبہ جات برائے طالبات

- عالم کورس (چھ سالہ کورس)
- صف الاعدادی (ایک سالہ بنیادی دینی کورس)
- صف النساء (ایک سالہ اور دوسرا سالہ کورس بلئے شادی شو خواتین)
- دراسات دینیہ (دو سالہ کورس)
- سرکیمپ اور مختلف شарт کو رسز

نمایاں خصوصیات

- تجربہ کار اور مختی معلمین و معلمات
- شرعی با پردہ ماحول
- عربی تحریر و تکلم پر خصوصی توجہ
- دعوت و تبلیغ کی طرز پر تربیت
- امور خانہ داری سکھانے کا بہترین انتظام

056-3780168

042-35961794

042-3783531

049-2772788

0324-4619648

042-37418993

042-35838794

042-37814488

042-36675152

042-37840830

042-37418993

042-35838794

042-37814488

042-36675152

042-37840830

مسرکزی دفتر: جامعہ دارالتعویٰ، نیو چوبری یارک، لاہور
04235838794/04237419993



+92-3-222-333-224



www.darultaqwa.org



/jamiladarultaqwa



+92-300-4275177/+92-42-37415559



+92-300-4113082



+92-300-4113082



روزانہ حدیث مبارک حاصل کرنے لیے شعبجی 92-3-222-333-224

دارالتعویٰ



اعلان داخلہ

درس نظامی

دفائق المدارس الحرمیہ پاکستان سے الحاق شدہ

دفائق المدارس میں مسلسل پوزیشن حاصل کرنے والا اعلان

صرف و خوبی تعلیم و تربیت پر خصوصی توجہ

عربی تحریر و تکلم سکھانے کا انظام

حفاظ طباہ کے لئے امامتہ کی زیر نگرانی

قرآن کریم کا دور

تجوید قرآن کی لازبی تعلیم

معقولات پڑھانے کے لئے ماہر امامتہ

شعبہ حفظ سے فارغ ہونے والے طباہ کے لئے

مڈل اور میزک کامیابی انتظام

سرپرست حضرات سے وقار و تقدیمی ترقی

کے لئے مشارکت

رہائشی طباہ کے لئے قیام و خدام کا عمروہ اور سبق انتظام

لبخی باول

جامعہ دارالتحقیقی

شعبہ جات

شعبہ کتب (درس نظامی) دورہ حدیث تک

شعبہ حفظ درجہ حفظ، درجہ ناظرہ، آداب مسنون دعائیں

شعبہ سکول پر ائمہ، مڈل، میزک

مزید تفصیلات کے لئے دیے گئے نمبر پر رابطہ فرمائیں

04237414665

داخلہ 10 شوال سے

وقت داخلہ صبح 8 تا 12

مرکزی دفتر: جامعہ دارالتحقیقی، نیو چوبر جی پارک، لاہور

عظیم محدث، نمونہ اسلاف، حضرت مولانا ذاکر عبد الحلیم چشتی
کے خصوصی تربیت یافتہ علماء کرام کی زیر نگرانی

جامعة دارالتفقی

شاملقش علوم حدیث کے لئے

عظیم
خشہ جری

تخصص فی علوم الحدیث



طلباء علوم الحدیث رجوع فرمائیں

داخل محدود ہیں

شرائط داخلہ

و قال المدارس کے امتحان میں ممتاز یا جدید جدا کامیاب ہو یا کسی مستند
درست سے اچھے نمبرات سے فراغت کی سند کا حامل ہو

عربی عبارت روانی سے پڑھ اور سمجھ سکتا ہو

بنیادی تحریری صلاحیت ہو

داخلہ زبانی و تحریری جائزے کی بنیاد پر دیا جائے گا

آغاز داخلہ: 15 شوال: ۱۴۴۳ بـمـطـابـقـ مـسـىـحـ 2022

جامعہ دارالتفقی، نیو چوبہ جی پارک، لاہور

بـمـقـامـ

0322-4055226

دارالتفقی



+92-3-222-333-224



www.darultaqwa.org



/jamiadarultaqwa

Mufti Online

شرعی مسائل میں رہنمائی کیلئے



+92-300-4113082



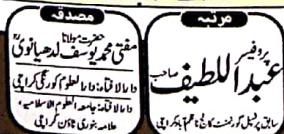
ifta4u@yahoo.com



رمضان	انتہائی سحر وقت افطار	رمضان	انتہائی سحر وقت افطار
بدر 16	6:34 4:05 18 اپریل	بدر 1	6:24 4:26 3 اپریل
منگل 17	6:34 4:04 19 اپریل	بدر 2	6:24 4:25 4 اپریل
بدھ 18	6:35 4:03 20 اپریل	منگل 3	6:25 4:23 5 اپریل
جمعرات 19	6:36 4:01 21 اپریل	بدھ 4	6:26 4:22 6 اپریل
جمعہ 20	6:36 4:00 22 اپریل	جمعرات 5	6:26 4:20 7 اپریل
بفہر 21	6:37 3:59 23 اپریل	جمعہ 6	6:27 4:19 8 اپریل
اتوار 22	6:38 3:57 24 اپریل	بفہر 7	6:28 4:18 9 اپریل
بدر 23	6:38 3:56 25 اپریل	اتوار 8	6:28 4:16 10 اپریل
منگل 24	6:39 3:55 26 اپریل	بدر 9	6:29 4:15 11 اپریل
بدھ 25	6:40 3:53 27 اپریل	منگل 10	6:30 4:13 12 اپریل
جمعرات 26	6:41 3:52 28 اپریل	بدھ 11	6:30 4:12 13 اپریل
جمعہ 27	6:41 3:51 29 اپریل	جمعرات 12	6:31 4:11 14 اپریل
بفہر 28	6:42 3:50 30 اپریل	جمعہ 13	6:32 4:09 15 اپریل
اتوار 1 منی 29	6:43 3:48 1 منی	بفہر 14	6:32 4:08 16 اپریل
بدر 30 منی 2	6:43 3:47 2 منی	اتوار 15	6:33 4:07 17 اپریل

آنے والے ایک دن کے مضافات کے لئے ہے باقی شہروں والے اوقات کا راستے علاقے کے حاب سے دیکھیں

جماعت دارالتفویٰ لاہور



+92-3-222-333-224 www.darultaqwa.org [/jamiadarultaqwa](#)

+92-300-4275177 +92-42-37415559 ita4u@yahoo.com

+92-300-4113082

+92-3-222-333-224

دو نوٹس حدیث مبارک حاصل کرنے لئے منجع کیجئے